بعون صانع مکین و مکان فضل و جلال زمین و آسمان

داستان فرحت انگیز نظم دلاویز گلشن بےخزان ہمیشہ بہار مرہم ناسور عاشق دلفگار نمونۂ سحر سامری

مثنوی زخمی

مصنفہ

شاعر شیریں گفتار حکیم جعفر علی صاحب متخلص بہ بیمار طبیب خاص ریاست کپورتھلہ حسب تحریک مصنف ممدوح

مطبع نامی منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں طبع ہوئی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لکھوں سب سے پہلے میں حمد خدا
ہوا لابتدا او ہوا لا انتہا
خداوند نام و خداوند جہاے
خداوند روزی دہ و رہنماے

زمین فلک کوہ و کان بحر و بر
جہان دیکھیے ہے وہی جلوہ گر
اُسی کے بنائے ہوئے ہین یہ سب
نہ و سال شام و سحر روز و شب

دبیر فلک زہرہ و ماہ و مہر
زحل قاضیِ چرخ ترک سپہر
عناصر ہوا آتش و خاک و آب
شفق برف و باران و برق و سحاب

کیا اُسنے پیدا یہ اسمان بڑا
کہ خورشید پیدا افلاک پر کیا
اگر یہ نہوتا نہ چلتی ہوا
نہ پانی برستا نہ آتی گھٹا

نہ سبزہ ہی جنگل مین آتا نظر
نہ گلشن مین پھل پھول لاتا شجر
زمین کو جو مسکن ہے انسان کا
اُسی نے زمین کی حرکتین دین عطا

انھین حرکتون کے سبب سے ہوا
وجود شب و روز و صیف و شتا
دیا اُسنے معشوق کو حسن و ناز
بھرا دل مین عاشق کے سوز و گداز

سکھائی اُسے اُسنے طرز جفا
بنائی اِسے جان کرنی فدا
غلط ہے کہون گر مین ہژدہ ہزار
نہین ہے اُسکی مخلوق کا کچھ شمار

فلک پر ملائک ہوا مین پرند
زمین پر ہین لاکھون درند و چرند
سمندر ہین پانچون اسی سے بھرے
ستارے ہین گر اُسکی مخلوق کے

کرے کس طرح وصف اُسکے بیان
زبان قلم مین یہ طاقت کہان
نہ بر اوج ذاتش برد مرغ وہم
نہ در ذیل وصفش رسد دست فہم

بہستیش باید کہ خستو شوی
ز گفتار بیکار یک سو شوی
درین ورطہ کشتی فرو شد ہزار
کہ پیدا نشد تختہ بر کنار

نعت سرور کائنات علیہ التحیۃ والصلوٰۃ

جو کچھ شیخ شیراز نے لکھ چکا
لکھے اس سے بڑھ کر کوئی کیا دکیا

حبیب خدا اشرف انبیا
کہ عرش مجید اُسکا بود متکا

ہوئے گرچہ دنیا مین لاکھون نبی
مگر ان مین ایسا نہ تھا ایک بھی
فرشتون نے آدم کو سجدہ کیا
سمانے ہر دم سے دیکھے جلا

ملا جوہر صبر ایوب کو
ملی نعمت شکر یعقوب کو
سلیمان نے شاہ جن و پری
حکومت ملی خضر کو بحر کی
کسی کو نہ معراج لیکن ہوا
یہ حصہ ہمارے نبی کا ہی تھا
دکھائے محمد نے وہ معجزے
جو پہلے کسی نے سنے بھی نہ تھے
ہوا انکی انگلی سے شق القمر
دیے ایک روٹی سے سو پیٹ بھر
کتاب الٰہی ہے خود معجزا
اسے دیکھکر کافرون نے کہا
لگے صاف دیتا ہے اسکا اثر
کہ ہرگز نہین یہ کلام بشر
دل و جان ہے کیونکر فدا ہون نہ ہم
رہا عمر بھر تجکو امت کا غم
دکھائی ہمین تو نے راہ یقین
سکھایا ہمین تو نے دین متین
درود و ملک بر روان تو باد
ز اصحاب و بر پیروان تو باد

تعریف اصحاب کبار رضی اللہ عنہم

عناصر ہین یہ چار اسلام کے
یہ چارون ہی عاشق تھے ان کے تمام
انھین صاحبون کی تو ہمت یہ تھی
کہ پھیلا زمانہ مین دین نبی
انھون نے ہی طرطس پہ قبضہ کیا
انھون نے ہی ملک طبرلی لیا
انھون نے ہی خیبر کا توڑا پہاڑ
دیے اپنے جھنڈے پہاڑون پہ گاڑ
لیا اندلس سے انھون نے خراج
لیا شاہ ایران طہران سے باج
زیادہ لکھون ان کی تعریف کیا
محمد نے خود یہ زبان سے کہا
کہ خورشید بعد از رسولان مہ
نتابید بر کس ز بو بکر بہ
عمر کرد اسلام را آشکار
بیاراست گیتی چو باغ بہار
پس از ہر دو آن بود عثمان گزین
خداوند شرم و خداوند دین
چہارم علی بود جفت بتول
کہ او را بجوبی ستاید رسول
کہ من شہر علمم علیم در است
درست این سخن گفت پیغمبر است

مدح حضور قیصرۂ ہند دام ملکہا

کہان یہ شہنشاہ فخر زمان
کہان شاہ کاؤس و نوشیروان
بھلا انکو اس شہ سے نسبت ہے کیا
اسے ہمنے دیکھا ہے انکو سنا
خداوند تاج و خداوند تخت
جہاندار و پیروز و بیدار بخت
حکومت عناصر پہ اسکے سوا
میسر ہوئی اور کس کو بھلا
ہوا اسے اسی نے لیا ہے خراج
اسی کو دیا ہے سمندر نے باج
بہ بزم اندرون آسمان وفاست
برزم اندرون تیز دم اژدہاست
مرے دل کو دیتا خدا گر زبان
تو پھر دیکھتے سیر از زور بیان
ملین جب نہ لکھنے کو الفاظ ہی
تو پھر وصف اسکے لکھے کیا کوئی
سکندر کو جب ہمنے اعظم کہا
تو فرمایئے پھر کہین اسکو کیا
کہون کسطرح اسکو دارا حشم
کرون کسطرح اسکے رتبہ کو کم
مجھے بے فائدہ طول دینے سے کیا
فقط اسپہ کرتا ہون مین اکتفا

دعا ترقی عمر و دولت سر مہاراجہ جگجیت سنگھ صاحب بہادر

جہان آفرین تا جہان آفرید
چنو شہریارے نیامد پدید
لکھون کیا مین وصف شہ نیک ذات
کہ چھوٹا ہے منھ اور بڑی ہے یہ بات
نہ ہوگا کبھی مدح کا حق ادا
مناسب یہی ہے کہ دون مین دعا
یہ قائم ہین جبتک زمین و زمان
سلامت رہے راجۂ راجگان
خدا کا رہے اسپہ فضل و کرم
بڑھے رات دن اسکا جاہ و حشم
رہے عیش تا زیست جیتا رہے
ہزارون برس تک یہ جیتا رہے
خدا اسکی بر لائے ہر اک مراد
ملازم رہین اسکے دنیا مین شاد
دعا گو ہون مین تو کہونگا یہی
نہ دشمن ہون رنجیدہ اسکے کبھی
خوشی سے رہے رات دن اسکو کام
زبان پر نہ آئے کبھی غم کا نام
ہمیشہ جوان تا جوانی بود
ہمون زندہ تا زندگانی بود
جہانش بکام و فلک یار باد
جہان آفرینش نگہدار باد

التماس بخدمت سخن سنجان

دو یاری جنھیں حق نے ذہن رسا / میں کرتا ہوں انسے بصد التجا
جو بیٹھے پسند آئیے ست از ہزار / بھر دی کہ دست از لغت بدا
یہی ہے شب و روز میری دعا / مرے حال پر رحم کر اے خدا

مناجات بدرگاہ قاضی الحاجات

خدایا بحق بنی فاطمہ / کہ بر قول ایمان کنم خاتمہ
بچا ان کہیں تیرے در کے سوا / خوشامد در آمد سے مجکو بچا
نہیں مجکو کچھ خواہش سیم و زر / پھروں میں نہ مارا ہوا در بدر
طمع کچھ زیادہ نہیں ہے مجھے / گزارہ کو تھوڑا ہی سا چاہیے
وہ تھوڑا بھی دو چار دن کیلیے / سو وہ بھی اگر بچ رہا ہو تو ہو
اسی میں ہیں دنیا کے سارے مزے / تعلق نہ کچھ ہو کسی سے مجھے
جو کچھ مجھپہ گذرے خوشی سے سہوں / عزیزوں کو اپنے نہ تکلیف دوں
رہی ہو مری زندگی جسقدر / الٰہی وہ عزلت میں جائے گذر
یہ ہے آرزو اک میرے دلی مراد / رہیں میرے احباب دنیا میں شاد
ظفر تار راحت سلامی حیا / ہمیشہ انھیں شاد رکھو اے خدا
رہیں خوش زمانہ میں سید امام / رہیں شاد بحجور قانی نسیم
رہیں شوکت آشفتہ شاد مان / رہے چین سے ناطق خوش بیان
غلط اور جتنا کرو اے کردگار / دکھا باغ دنیا و دین کی بہار

آغاز داستان

کدھر ہے تو اے ساقی گلبدن / کہ مستی پہ ہے عندلیب چمن
پلا مے دکھا جوش ابر بہار / کہ شاخ قلم سے کھلیں گل ہزار
سنے اک قصہ عجب ان خوش بیان / بیان کرتے ہیں اسطرح داستان
کہ تھا اک شہنشاہ گیتی پناہ / ہمارا اٹھا را خدا پادشاہ
یہ بزم و بزم صف بخش و شکار / زمانہ ندیدہ چنوں شہریار
وہ تھا رونق و زینت تخت و تاج / پرشیا سے تھا چین تک اسکا راج
ہر اک شاہ دیتا تھا اسکو خراج / وہ لیتا تھا کشمیر و کابل سے باج
فقیر اسکو کہتے تھے ابر سخا / دلیر اسکو کہتے تھے شیر وغا
نہ حاتم تھا اسکے برابر سخی / نہ رستم تھا اس سے زیادہ جری
جہان راجو باران ببالستگی / روان راجو دانش بشائستگی
غریبوں کو دیتا تھا جب سیم و زر / تو دولت سے گھر انکے جاتے تھے بھر
جب آتا تھا میدان میں وہ دلیر / ٹھہرتا نہ تھا سامنے اسکے شیر
شجاعت کرم عدل جود و سخا / ہر اک وصف تھا اسکو حق نے دیا
سخندان سخن فہم جادو بیان / بھلا ایسے ہوتے ہیں پیدا کہاں
عقیل و فہیم و ادیب و ذکی / نہ دیکھا نہ ایسا سنا تھا کوئی
خزانہ میں لاکھوں کے انبار تھے / کنوئیں سیکڑوں تھے لبالب بھرے
پڑے لعل و یاقوت تھے جا بجا / جواہر کا گھر تھا خزانہ نہ تھا
کرے فوج کا کون اسکی شمار / رسالہ میں تھے اسکے لاکھوں سوار
پیادوں کی گنتی خدا کے سوا / کوئی اور ہرگز نہ تھا جانتا
ہر اک گانوں اور شہر آباد تھا / امیروں فقیروں کا دل شاد تھا
نہ دشمن کا کھٹکا نہ ظالم کا ڈر / خوشی میں گذرتے تھے آٹھوں پہر
بجز درد دل عاشقان حزین / پتا رنج و غم کا نہیں تھا کہیں
نہ تھی آنکھ کوئی وہاں اشکبار / اگر تھی تو تھی چشم ابر بہار
ہوئی تھی جو معدوم دلبستگی / نکلنے سے کھلتی تھی پہلے کلی
دم سرد بادِ صبا کے سوا / نہ دیکھا وہاں کوئی پھرتا ہوا
غرض تھا وہاں ایسا امن و اماں / کہ تھے شاد سب طفل و پیر و جوان

نہیں تھی کمی وان کسی چیز کی
ہر اک چیز دنیا کی موجود تھی

مگر وہ شہنشاہ فرخندہ بخت
نہ رکھتا تھا اک وارث تاج و تخت

نہ تھا چونکہ وارث کوئی ملک کا
ہوئی زندگی شاہ کی بدمزا

بچھا کر سر شام سے جانماز
یہ کہتا وہ رو رو کے ای بے نیاز

ترا فضل ہے مجھپہ ای ذو الجلال
دیا تو نے مجھکو بہت ملک و مال

بحق محمد بحق بتول
دعا ایک یہ بھی مری کر قبول

ہوئی حاصل آخر تمنائے دل
جو وہ مانگتا تھا گیا اسکو مل

شب تیرہ از روے او روز گشت
ز بویش جہانے دل افروز گشت

لگے شادمانی شہ اندر جہان
سراسر میان کہان و مہان

جو کچھ انکو مطلوب ہو مجھسے لین
خوشی کا ہر دن جشن گھر گھر کریں

دکھایا خدا نے یہ روز سعید
مناسب ہے گر آج گھر گھر ہو عید

دیا حکم جب شاہ نے جشن کا
ہر اک شخص سامان کرنے لگا

لگائے گئے آئنے جابجا
بچھا شہر میں فرش کمخواب کا

زری سے منڈھے سارے دیوار و در
بنا وان کا ہر اک مکان کوہ زر

ہوا دن جب ہوئی مغرب کی ...
ہوئی شہر میں گیس کی روشنی

سجایا گیا خوب دربار عام
ہوا کھانے پینے کا وان اہتمام

لگائی گئیں میزیں وان دس ہزار
بچھائی گئیں کرسیاں بیشمار

مزعفر تنجن پسندے پلاو
مٹن کیک رائس کری نان پاو

تماشے کے جو انمیں مشتاق تھے
وہ اٹھکر تھیٹر کی جانب گئے

لگیں ناچنے زہرہ و مشتری
پیانو بجانے لگے پارسی

فرنگی تماشے دکھانے لگے
نئے روپیہ بھر بھر کے آنے لگے

کہوں مجھسے کیا جشن کی دھوم دھام
رہا پورے چالیس دن جشن عام

ہزاروں کے منہ موتیوں سے بھرے
ہزاروں کو جاگیر و منصب دیے

خوشی کے تھے سامان لاکھوں وہان
غم و رنج کا تھا نہ نام و نشان

اسی غم سے تھا لالہ سان دل میں داغ
کہ تھا خانۂ سلطنت بے چراغ

اسی غم میں گھلتا تھا وہ صبح و شام
شب و روز تھا اسکو رونے ...

ترے در پہ آیا ہوں امیدوار
مراد دل میں خدایا بر آر

جو کچھ مجکو مطلوب تھا وہ دیا
خدایا کر اب ایک بیٹا عطا

گئے جب گذر اسطرح تیس سال
ہوئی موج زن رحمت ذو الجلال

نہال تمنا ہوا بارور
ہوا چاند سا اسکے پیدا پسر

وہ نکلا جو برج حمل سے ہلال
ہوا دور سب اسکے رنج و ملال

کہا بادشہ نے منائیں خوشی
کریں شہر کے سب فقیر و غنی

لٹا دونگا دل کھول کر سیم و زر
خدا نے کیا میرا آباد گھر

بلا کر کہا حاکم شہر کو
منادی ابھی شہر میں تم کرو

بہر جائے جشنے بیاراستند
...ے ور و دور رامشگران خواستند

ہوئے بوٹیوں سے ستارے عیان
بنی وہ زمین غیرت آسمان

برسنے لگا ہر طرف وانپہ نور
بنا شہر غیرت دہ کوہ طور

لگائے گئے تھے ہزاروں جو کیمپ
جلائے گئے انمیں بجلی کے لیمپ

بیاراست چون بوستان خوان خویش
ہمہ خلق را کرد مہمان خویش

دیئے میز پر لاکے کھانے لگا
لذیذ و لطیف و کثیر الغذا

غرض رات کے جبکہ گیارہ بجے
تو سب لوگ کھانے سے فارغ ہوئے

مکان جب تماشائیوں سے بھرا
بجیں گھنٹیاں تین پردہ اٹھا

بجاتا تھا طبلہ کوئی کوئی چنگ
کوئی دف کوئی نے کوئی جلترنگ

بجانے لگیں ارغنوں لیڈیاں
کہوں کیا بندھا اس گھڑی جو سماں

فقیروں کی دیں کشتیاں زر سے بھر
دیے اہلکاروں کو لعل و گہر

اضافہ کیا شاہ نے فوج کا
کیے صوبہ داروں کو خلعت عطا

دیے گاؤن دس بیس کرنیل کو ۔ دیا ملک پنجاب جرنیل کو
خزانہ دیا اپنا سارا لٹا ۔ کہ جیل کے سارے قیدی رہا
جب اس کام سے کچھ فراغت ہوئی ۔ محل میں گیا شاہ با صد خوشی
لیا گود میں جھٹ پسر کو اُٹھا ۔ لگایا کلیجہ سے اور یون کہا
یہ ہے قدرتِ خالقِ دو جہان ۔ وگرنہ نصیب اپنے ایسے کہان
کرون کس زبان سے مین شکرِ خدا ۔ بڑھاپے مین بیٹا خدا نے دیا
وہ جب کر چکا اپنے بیٹے کو پیار ۔ کہا اس سے بیگم نے ای شہریار
کوئی نام تجویز اب کیجیے ۔ جو اچھا سمجھیے وہ رکھ دیجیے
سنا اُسنے بیگم کا جب یہ کلام ۔ کہا راحتِ جان رکھو اسکا نام
پسند اسکو بیگم نے کیا ۔ یہی نام اُس ماہ کا رکھ دیا
سنتا ہے دیکھو اچھی گھڑی ۔ بلیے جمع رمّال اور جوتشی
جو رکھے تھے ان من مین اجمال ۔ کہا اُنسے ہو ایک میرا سوال
بجوید تا اختر نیک بخت ۔ بدان اختر بخت سالار نیست
چنین گرد و دلبری چہ خواہد بدن ۔ یہ داستانہا بساہ زدن
یہ بیٹا جو ہے مجکو حق نے دیا ۔ لکھا اسکی قسمت مین لکھا ہے کیا
یہ سنتے ہی رمّال اور برہمن ۔ ہوئے فکر کے بحر مین غوطہ زن
ستارہ شناسان و ہم بیدلان ۔ گرفتند پیدا از اختر نشان
بگفتند با نامور شہریار ۔ کہا او شہریار ہے او دنیا مدار
ہشیدار و بیدار گرد و دلیر ۔ سپہدار گرد افگن و شیر گیر
یقین ہے کہ شاہان روے زمین ۔ رہین گے سب اسکے زیر نگین
جو سرکش ہین وہ بھی اطاعت کرین ۔ محبت کا دم سارے دشمن بھرین
رعایا برابر سے شاد مان ۔ جہان سے مٹے دشمنون کا نشان
نصیبون مین ہے گرچہ اسکے خوشی ۔ مگر ساتھ ہے اسکے تکلیف بھی
خلل اسکو ہوگا تو آسیب کا ۔ کسی مہ جبین پہ ہو یہ مبتلا
عزیزون سے اپنے ہو یہ جدا ۔ اُٹھائے سفر مین فلک کی جفا
نہین گرچہ تقدیر کی کچھ خبر ۔ نہ ہوئیگا لیکن اسے کچھ ضرر
لگا کہنے ہنسکر شہِ نامور ۔ کسی کو نہین غیب کی کچھ خبر
کرے لاکھ تدبیر و کوشش کوئی ۔ جو ہی حق کی مرضی مین ہوگا وہی
ٹلتے نہین کام تدبیر سے ۔ ہی انسان مجبور تقدیر سے
انھین دیکے انعام رخصت کیا ۔ کچہری سے اُٹھکر محل کو چلا
طلب کرکے اک دایہ خوش خصال ۔ دیا گود مین اسکی وہ نونہال
لگا پرورش پانے وہ لاڈلا ۔ لگا دن بدن بڑھنے وہ مہ لقا
چو یک ماہہ شد ہمچو یکسال بود ۔ پرورش چون بر رستم زال بود
چو سہ سالہ شد سایہ ییدان گرفت ۔ بہ نجم ہمی گوے چوگان گرفت
غرض پانچوین سال مین جب لگا ۔ بڑی دھوم سے اسکا مکتب کیا
ہوئے جمع عالم اگرچہ ہزار ۔ کیے منتخب شہ نے استاد چار
محمد حسین اور فیض الحسن ۔ یہ سیمابرا و رڈاکٹر حافظ حسن
چنین گفت با نامور بخردان ۔ کہ ای پاک ہشیار دل ہو بدان
شمارا سپردم بآموختن ۔ روانش از شہر با برافروختن
گرامش دارید و پندش دہید ۔ ہمہ راہ و رائے بلندش دہید
سنا حکم جس وقت یہ شاہ سے ۔ دل و جان سے کوشش وہ کرنے لگے
ہر اک بات اسکو بتانے لگے ۔ ہر اک علم اسکو پڑھانے لگے
بتایا اُسے وزن اور قافیہ ۔ پڑھایا تواریخ و جغرافیہ
اصول و حدیث و تصوف ادا ۔ معانی و منطق پڑھے اسنے
ہر اک علم القصہ اسنے پڑھا ۔ پڑھا ریمیا کیمیا سیمیا
الٰہی طبیعی مین ماہر ہوا ۔ ریاضی مین ہونے لگے بھی

برای و بدانش بجائے رسید
کہ چون خویشتن در جہان کس ندید

ضروری ہین شاہون کے جتنے ہنر
بیاموختندش ہمہ سربسر

سواری و تیر و کمان و کمند
عنان و رکیب و چہ و چون و چند

نشستن گہ مجلس و مے گسار
ہمان بار و چوگان و گوئے و شکار

ز داد و ز بیداد و تخت و کلاہ
سخن گفتن و رزم و راندن سپاہ

اسی کا تھا ہم عمر ابن وزیر
ذہانت مین تھا آپ اپنی نظیر

وہ ابن وزیر اسکا تھا یار غار
بہت شاہزادے کا تھا اسسے پیار

نہ تھا نام ہی کا فقط جان نثار
وہ کرتا تھا شہزادے پر جان نثار

نہ ہوتا تھا اسسے کبھی وہ جدا
یہ رہتے تھے دونون بہم یکجا

اکٹھے وہ دونون رہتے یار یار
بنا وہ بھی علامۂ روزگار

سکندر بنا اپنے وقت کا
ارسطو سے وہ عقل مین بڑھ گیا

کہین اسکو گر ہم سلیمان حشم
تو آصف سے رتبہ نہ تھا اسکا کم

وہ تھا شاہ ایسا کہ خود بے نظیر
دیا اسکو ویسا ہی حق نے وزیر

پلا ایسا کیا بھر کے وہ جام عشق
کہ آسان مین سب دلیا لا عشق

جوانی کا عالم ہستی کے دن
یہ راتین کٹین گی نہ معشوق بن

عشق کی آمد سودے کی تیاری محبت کی فسون کاری اور جان نثار کا عاشق کے حال پر رحم کھانا

نہین آجتک کوئی ایسا سنا
لگی ہو نہ دنیا کی جسکو ہوا

جوانی کے عالم کا ہے اور رنگ
نئی دل مین ہوتی ہے پیدا امنگ

نشہ اسکا چڑھتا ہے جسدم ذرا
تو جاتا ہے بن آدمی باولا

کوئی نازنین گر نظر آ گئی
تو بس پھر قیامت ہی برپا ہوئی

گیا بیٹھ دھونی رما کر یہین
کوئی لاکھ سمجھائے سنتا نہین

سمجھتا نہین ننگ و ناموس کو
یہی منہ سے کہتا ہے جو ہو سو ہو

رہ عشق مین رکھ چکا ہون قدم
پھرونگا محبت کا تا زیست دم

سمجھتے ہین الفت کو گو سب برا
نہین کوئی عاشق کو کہتا بھلا

مگر سچ تو یون ہے مرے دوستو
وہ دل ہی نہین عشق جسمین نہو

اسی مین ہے کچھ زندگی کا مزا
کہ دل ہو کسی مہ جبین پر فدا

غرض جب ہوا رحمت جان جوان
لگا دل مین گھر کرنے عشق بتان

حسینون پہ مائل طبیعت ہوئی
اسے مہ جبینون سے الفت ہوئی

کہا ایک دن اسنے اے جان نثار
ستاتا ہے مجھکو دل بیقرار

کہون تجھسے کیا مین خدا کی قسم
کیا ہے مرا ناک مین اسنے دم

خریدار کوئی ملے گر مجھے
تو مین اپنا دل مفت مین دون اسے

مرے سر سے ٹالے کوئی یہ بلا
یہ ہر دم کا جھگڑا کوئی دے مٹا

کہا تنگ مین دل کے صدمے سے ہون
یہی دل مین آتا ہے اب مر رہون

رہیگا یہی گر مرے دل کا حال
تو ہو جائیگی زندگی بھی وبال

یہ سنکر لگا کہنے وہ جان نثار
نہو مضطرب اے شہ نامدار

گئی اب تو ہے رات آدھی گذر
کرونگا مین کچھ عرض کل سوچکر

یہ کہکر گیا گھر کو وہ باوفا
اسے نیند آئی تھی یہ سو رہا

رہے دلمین جو بات اٹھون پہر
وہی خواب مین دیکھتا ہے بشر

خدا جانے آیا نظر اسکو کیا
ڈرا کچھ یہ ایسا کہ غش کر گیا

رہے اسکے قائم نہ ہوش و حواس
ٹپکنے لگی اسکے چہرے سے یاس

عرق آیا اور ہو گیا جسم سرد
زبان کھنچ گئی پڑ گیا رنگ زرد

کہون کیا جو کچھ اسکی حالت ہوئی
غشی دو گھڑی سے زیادہ رہی

ہوئے ہوش جب اسکے کچھ کچھ بجا
تو رو رو کے یہ شعر پڑھنے لگا

بتایا نہ ظالم نے نام و نشان
اسے ڈھونڈھئے اب مین جاؤن کہان

سپاہی بہت پہرہ چوکی پہ تھے — یہ حالت جو دیکھی تو گھبرا گئے
یہ سنکر اڑے اسکے ہوش و حواس — گیا دوڑکر ننگے سر شہ کے پاس
کہا شاہ نے ہان جو کہنا ہو کہہ — ہوئی فکر مجکو بھی اب چپ نہ رہ
یہ سنکر محلدار رونے لگا — سپاہی سے جو کچھ سنا تھا کہا
پلانے کو لائی کوئی کیوڑہ — کسی نے کہا ان کو دو آملہ
سرھانے کسی نے رکھا ست نجا — کسی نے منگا سوت گز لے لیا
کسی نے دیا گھس کے صندل لگا — لگی دینے قرآن کی کوئی ہوا
کسی نے دیے بند اچکن کے کھول — سونگھایا کسی نے بھگو کر بیڈول
کہا شاہزادے نے بہر خدا — پلاؤ نہ مجکو کوئی اب دوا
مجھے تو خلل ہے فقط عشق کا — مرض مجکو وہ ہے جو ہے لادوا
یہ کرتا تھا باتین شہ نامدار — کہ اتنے مین حاضر ہوا جان نثار
مرض تو یہ کچھ سخت ایسا نہ تھا — مگر ہان دیا شور و غل نے بڑھا
یہ سنتے ہی وان سے گئے سب چلے — کہا اسنے تب اسطرح شاہ سے
جو گذرا ہے وہ سب سناؤ مجھے — جو صدمہ ہے دل پر بتاؤ مجھے
یہ سنکر کہا اسنے اے جان نثار — کہون کیا مین حال دل بیقرار
محبت بہت ہی بری ہے بلا — نہووے کوئی عشق مین مبتلا
مین کیا دیکھتا ہون کہ ہے اک اجاڑ — نہ دریا ہے اسمین نہ کوئی پہاڑ
لگا پھرنے مین وان ادھر اور ادھر — چمکتی ہوئی شے اک آئی نظر
لگا غور سے دیکھنے جب ادھر — تو آئی مجھے قدرت حق نظر
کیا تھا طلسمات کا اسمین کام — جواہر کی اسمین لگی تھین تمام
کہون تم سے کیا وہ عجب شہر تھا — زمین پر نمونہ تھا فردوس کا
ہمہ شہر گویا بہ در ہو وجوے — بہر سبز سے رہے شمع رنگ کو
مکان سنگ مرمر کے تھے سب بنے — جڑے اسمین یاقوت و الماس تھے

لگے ڈرنے سب ادھر اور ادھر — محلدار کو جا کے دی یہ خبر
کہا اے شہنشاہ فخر زمان — کہون کچھ اگر پاؤن جی کی امان
تو بیوقت آیا ہے کیون خیر ہے — ترا حال کیون اسقدر غیر ہے
خبر جب غشی کی محل مین گئی — ہر اک سمت وان مچگئی کھلبلی
کوئی لائی دیوان حافظ نکال — لگی دیکھنے بیٹھ اسمین فال
کسی نے لکھا نقش لے کر قلم — کسی نے کیا سورہ نور دم
لگی سر پہ ملنے کوئی اٹھکے دوا — لگی پھونکنے کوئی پڑھ پڑھ کر دم
مرض تھا نہ یان سایہ دیو تھا — بھلا ایسی باتون سے ہونا تھا کیا
مرض کی ہے میرے نہین جب خبر — تو پھر کیا کرے گا بھلا چارہ گر
پلاتے ہو ناحق مجھے تم دوا — محبت کو شربت سے نسبت ہے کیا
کہا اسنے اسسے جو موجود تھے — مین کچھ عرض کرتا ہون اب آپ سے
یہان بھیڑ کرنی مناسب نہین — نہ بنجائے کچھ اور حالت کہین
ابھی تو ہے یہ عشق کی ابتدا — غضب دیکھیے ڈھائے کیا انتہا
کرو ضبط لیکن نہ اتنا کرو — کہ مجکو بھی اسکی خبر تک نہو
سمجھتا تھا الفت کو مین دل لگی — مگر ہے محبت بہت ہی بری
نظر آج آیا عجب ایک خواب — بنائی مری اسنے حالت خراب
نہ تھا آدمی زاد کا وان پتا — خدا کے سوا کوئی آشنا نہ تھا
اسے دیکھکر دل مین کچھ مین ڈرا — مگر ڈرتے ڈرتے کچھ آگے بڑھا
جسے دیکھکر دل مین تھا مین ڈرا — وہ تھا ایک دروازہ خوشنما
بڑھا جب ذرا اور کچھ سوچکر — تو اک خوشنما شہر آیا نظر
جو خلد برین تھا وسیع و فراخ — پر از باغ و ایوان و میدان و کاخ
نہ گرماش گرم و نہ سرماش سرد — ہمہ جا سے شادی و آرام خورد
روان ہر طرف نہر تھی شہر مین — بھرا دودھ اور شہد تھا نہر مین

وہاں کی جو تھی سب سے چھوٹی گلی / وہ بھی چاندنی چوک سے بھی بڑی
لکھوں واں کے بازار کا حال کیا / خدائی کا سامان موجود تھا
بساطی کی ادنی سی تھی جو دکان / حقیقت مین تھی وہ جواہر کی کان
غرض مین بڑھا سیر کرتا ہوا / عجب لطف اسوقت تھا سیر کا
کھلی چاندنی آسمان صاف تھا / گلابی سا جاڑا اٹھا ٹھنڈی ہوا
جوانی کا عالم پہ جوش بہار / ہوا دل مرا دیکھکر بیقرار
غرض باغ کے جب مین اندر گیا / تو دیکھا وہان لطف ہی اور تھا
چمن سب کے سب پر فضا خوشنما / لگا انمین داودی اور موتیا
کہین تھے چنبیلی کے تختے کھلے / کہین پیڑ تھے چاندنی کے لگے
لب نہر سبزے کا عالم یہ تھا / کہ دی جیسے مخمل کسی نے بچھا
غرض جب یہان سے بھی آگے بڑھا / نظر آیا عالم طلسمات کا
زمرد کی اینٹین تھین اسمین لگی / جواہر کی بابین تھین اسمین بنی
وہین حوض بھی ایک تھا خوشنما / لبا لب تھا وہ کیوڑے سے بھرا
اچھلتے تھے فوارے بھی تین جا / عجب لطف تھا اور عجب تھی ہوا
نہ تھا اسمین سلمے ستارے کا کام / لگائے ہوئے تھے جواہر تمام
تمامی کی تھی ایک مسند بچھی / لگی جسمین تھی گوٹ کمخواب کی
ز سر تا بپایش بکردار عاج / برخ چون بہار و ببالا چو ساج
دو ابرو دلبسان کمان طراز / بر دو پور پوشیدہ از مشک ناز
کرون کسطرح وصف اسکا بیان / یہی خامہ دو زبان بیزبان
جبین کو کہون کسطرح اسکی چاند / کہ تھا چاند بھی سامنے اسکے ماند
گر آنکھ جادو بھری وہ دکھائے / تو غزال ختن چوکڑی بھول جائے
دہن غنچہ لب پھول کی پنکھڑی / تھے دانت تھی موتیون کی لڑی
زیادہ لکھون اس سے اب صفت کیا / بدن اسکا سانچے مین تھا سب ڈھلا

لگا فرش پتھر کا تھا جا بجا / محبت کا تھا کام اسمین کیا
پرستان کی انگلینڈ کی روش کی / ہر اک ملک کی چیز موجود تھی
یہ رستہ تھا بازار مین ازدحام / کہ چلنا تھا کندھے سے کندھا ملا
دکھائی دیا سامنے ایک باغ / معطر ہوا جسکی بو سے دماغ
مزہ دے رہی تھی گلابون کی مہک / لبھاتی تھی دل بلبلون کی چہک
تقاضا یہی سیر کے دل نے کیا / کہ چلکے اندر سے دیکھون ذرا
روش اسمین جو تھی وہ مرمر کی تھی / بنی بلکہ ہر اک تھی بلور کی
کہین نیک تھا اور کہین تھی للی / کہین یاسمن اور کہین جعفری
کہین سرو شمشاد کی تھی قطار / کہین تھا سفیدہ کہین تھا چنار
عجب اوس کی تھی گلون پر بہار / کہ گلبن سے مین گویا در شاہوار
نظر آئی اک ایسی بارہ دری / جسے دیکھکر عقل حیران ہوئی
بڑا سائبان ایک زربفت کا / زمرد کی چوبون پہ تھا وہان لگا
کنارے پہ کچھ سرو بھی تھے لگے / کہ ہون جیسے خادم مودب کھڑے
اسی شامیانے کے نیچے لگا / تھا اک سمت نگیرہ خوشنما
جڑے لعل چوبون مین تھے جا بجا / لگے جھالرون مین تھے موتی لہرا
لگائے ہوئے گاؤ تکیہ وہان / نظر آئی اک دشمن دین جان
سر زلف و جعدش چو مشکین زرہ / فگندہ ست گوئی گرہ بر گرہ
دو انگشت برسان سیمین قلم / بر آوردہ از غالیہ صد رقم
پری تھی نہ وہ نازنین حور تھی / اگر تھی تو ہان صورت نور تھی
کرے فتنہ حشر جو قد بپا / بھلا سرو سے اسکو نسبت ہی کیا
کرون کیا لبون کی نزاکت بیان / کہ تھا نازکی سے گران رنگ پان
کہون کیون صراحی تھی بلور کی / وہ گردن نہ تھی شمع تھی نور کی
وہ غیرت دہ حور رشک پری / نشہ مین جوانی کے بدمست تھی

وہ بیٹھی ہوئی تھی اک انداز سے
عجب تمکنت اور عجب ناز سے

بلا رخ کی لیتی تھی زلف دوتا
ڈوپٹا تھا کندھوں سے سرکا ہوا

کچھ اس ڈھب کی تھی بھولی بھالی ادا
یہ ممکن نہ تھا دل نہ ہو مبتلا

بیان سحر تھا لب پہ اعجاز تھا
عجب بات کرنے کا انداز تھا

وہ چہرہ جو آیا نظر چاند سا
تو یکبارگی مجھکو غش آگیا

میں سنبھلا بھی لیکن نہ سنبھلا گیا
زمین پر دہن لڑکھڑا کر گرا

گرا جب زمین پر گئی آنکھ کھل
نہ گلزار آیا نظر پھر نہ گل

زیادہ کہوں حال اب اور کیا
نہیں دل پہ اب میرا قابو رہا

روانم ہمیشہ پر از مہر اوست
شب و روز اندیشۂ چہر اوست

سمجھتا ہوں انجام الفت جو ہے
نہیں اس سے بہتر کوئی اور شے

مرے دوست جب مجھ سے تنگ آئینگے
مجھے طوق و زنجیر پہنائینگے

رہینگے ہی جب نہ میرے حواس
پھٹکتا نہ اگر کوئی میرے پاس

میں کہتا ہوں دل سے کہ آرام جا
سمجھ جا کہ اب بھی نہیں کچھ گیا

بہت کچھ سنا اور بہت کچھ کہا
مگر دل نہیں ایک بھی مانتا

وہ کہتا ہے مجھ سے نہ ڈرنا کبھی
گذر جائیگی سر پہ جو آئیگی

جو ہوتا ہے ہوتا ہے تقدیر سے
نہ ڈرنا کبھی طوق و زنجیر سے

نہ لا دل میں کچھ اپنے خوف و خطر
یہ عاشق کا زیور ہے اس سے نہ ڈر

کروں کیا کدھر جاؤں حیران ہوں
یہی دل میں ہے کہ کچھ مر رہوں

نہ ہوتی اگر موت ایسی حرام
تو کرتا ابھی کام اپنا تمام

پرستندہ آگہ شد از راز او
چو بشنید دل خستہ آواز او

چنین گفت من شاہ را بندہ ام
بفرمان و رایش سر افگندہ ام

دل و جان سے حاضر ہے یہ جان نثار
نہ ہو مضطرب اے شہ نامدار

نہ کر فکر میں اپنی برباد جان
مثل ہے جو ہے جان تو ہے جہان

نہ گھبرائیے ہے اگر زندگی
تو دیکھو گے اک دن شب وصل بھی

یہ دیکھا ہے جو خواب اے شہریار
اگرچہ نہیں قابل اعتبار

کہیں نکالونگا اسکا پتا
ترے پاس میں لاکے دونگا بٹھا

بھلا مجھ سے جائیگی بچکر کہاں
ذرا مجھکو ملجائے اسکا نشان

اگر آدمی زاد ہے وہ حسین
تو لگنا پتا اسکا مشکل نہیں

اگر وہ پری ہے تو اے شہریار
میں اسکو بھی شیشہ میں لونگا اتار

غرض مجھ سے بچکر نہ جائیگی وہ
ترے پاس اک روز آئیگی وہ

کہا راحت جان نے اے جان نثار
لگاتا ہے کیوں دیر جلدی سدھار

یکے چارہ باید کنون ساختن
دل و جانم از رنج پرداختن

مگر اسکی جلدی خبر لیکے آ
وگرنہ کوئی دم میں یہ دم چلا

بتا عشق میں دیکھا کیا میرا حال
مجھے جلد تو اس بلا سے نکال

اگر چاہتا ہے مری زندگی
تو لا ڈھونڈھ کر اسکو ہی لا ابھی

زیادہ نہ اب وقت ٹالو نہ ٹال
بغیر اسکے جینا ہے میرا محال

جیونگا اگر اسکو میں پاؤنگا
دگرنہ اسی غم سے مر جاؤنگا

کدھر ہے تو اے ساقی خضر دم
ادھر بھی خدا را نگاہ کرم

پلا جام در رشک آب حیات
کہ ظلمات غم سے ہو دلکو نجات

جان نثار کا رخصت ہو کر کسی کمان ابرو کے تیر مژہ سے گھائل ہونا طبیعت کا مائل ہونا جادوگر کی لڑائی تقدیر کی عقدہ کشائی

سنا جب یہ حکم شہ باوقار
چلا چھوڑ کر گھر بار وہ جان نثار

نہ تھا اسکو معلوم نام و نشان
نہ یہ جانتا تھا کہ ہے وہ کہاں

پری ہے وہ معشوق یا ہے بشر
نہ تھی حال سے اسکے مطلق خبر

اطاعت مگر چونکہ منظور تھی
اسی وقت لی راہ جنگل کی لی

ہمیں رفتہ منزل بمنزل چو راہ
سری یہ زر سودا دلی پر آہ

لیا موت نے آکر اک دن دبا
ہوا اسکا گھوڑا ابھی آس سے جدا

ہوا اسکو گھوڑے کے مرنے سے غم
رہا لیکن اسپر بھی ثابت قدم

رواں پا پیادہ ہوا شیر نر
برابر کیا دو مہینے سفر

سفر کی صعوبت ہی تھی اک بلا
کہ صاحب اسپہ یہ پاؤں چلنا پڑا

جگر پھٹ گیا سختیٔ راہ سے
زباں شق ہوئی نشتر آہ سے

سفر میں صعوبت نہ ہوتی اگر
تو کہتا نہ کوئی سفر کو سقر

بہت ہی بڑا اور بہت خوشنما
بنا اُس میں بازار چوپڑ کا تھا

کسی جا تو غلہ کا انبار تھا
پھلوں کا تھا تو وہ کسی جا لگا

کہیں عطر تھا اور کہیں تھا پھلیل
کہیں موتیے اور چنبیلی کا تیل

پڑے تھے کہیں خم مئے ناب کے
صراحی پیالے کہیں تھے دھرے

سنگار دنکے تھے بکس پہ رکھے کہیں
کہیں تو کہیں سوڈا واٹر کی ڈھیر

تھے چلتے تھے وہ اور نہ تھے بولتے
بنائے ہوئے گویا پتھر کے تھے

کہا پھر یہ دل سے کہ آگے بڑھو
ذرا پاس سے چلکے انہیں دیکھ لو

لگا دل سے کہنے وہ یوں شیر نر
یہ پتھر ہیں پتھر سے ہرگز نہ ڈر

یہ کہکر دیے پاؤں آگے بڑھا
گیا واں جہاں تھا مکاں شاہ کا

ہوا پاس جاکر محل کے کھڑا
تعجب سے ہر سمت تکنے لگا

حسیں نازنیں سرو قد خوشخرام
تجلی اُسکے چہرہ سے ماہ تمام

لباں از طبرزد زباں از شکر
دہانش مکلل بدر و گہر

نکالے ہوئے ایک کھڑکی سے سر
کہ ہے جھانکتی تھی ادھر گہ ادھر

نظر کر گئی کام اسکا تمام
کلیجہ لیا دونوں ہاتھوں سے تھام

جب آئی جو جی سی کی حالت نظر
مخاطب ہوئی اس سے وہ سیمبر

یہ ممکن نہیں اب بچے تیری جان
تری موت لائی ہے تجھکو یہاں

کسی نے ہے یہ بات سچی کہی
مصیبت میں ساتھی نہیں کوئی بھی

ہوئی کوڑھ میں حیف صد حیف کھاج
مرض سخت تھا اب ہوا لاعلاج

پھنسا تھا مصیبت میں جاتا کہاں
زمیں سخت تھی دور تھا آسماں

نہ ٹھہرا کہیں ایک دن وہ جواں
یہاں آج تھا تو گیا کل وہاں

ہزاروں ہی تلووں میں کانٹے چبھے
سب پھوٹ کر پاؤں کے آبلے

سفر میں صعوبت جو اسنے سہی
ضرورت نہیں اسکے تحریر کی

غرض چھ مہینے گئے جب گزر
تو اک خوشنما شہر آیا نظر

دکانوں میں ہر چیز موجود تھی
کسی چیز کی واں نہیں تھی کمی

کہیں ڈھیر تھے موتیوں کے لگے
کہیں تھے ہزاروں زمرد پڑے

پڑا تھا کہیں بادلہ اور زری
دکاں کوئی بانات سے تھی بھری

کہیں تھالیوں میں تھے لڈو چنے
کہیں بک رہے تھے دری اور بنے

وہاں آدمی گرچہ تھے بیشمار
مگر تھی عجب قدرت کردگار

یہ حالت جو دیکھی تو کچھ ڈر گیا
رہا دو گھڑی تک وہ حیران کھڑا

غرض کرکے دل سخت آگے بڑھا
لگایا جسے ہاتھ پتھر کا تھا

تماشا ہے یہ سب طلسمات کا
یقیناً یہ ہے شہر جنات کا

عمارت نظر آئی اتنی بڑی
کہ دیکھی نہ تھی ایسی پہلے کبھی

نظر آئی واں شکل اک نور کی
سمن بر گل اندام رشک پری

دو ابرو کماں دو دو گیسو کمند
بہ بالا بکردار سرو بلند

ستارہ نہاں کردہ زیر عقیق
تو گوئی در از زہرہ آمد نیق

نظر سے نظر جب اُسکی لڑی
کلیجہ میں برچھی سی اک چبھ گئی

غرض واں سے دشوار ہلنا ہوا
زمیں رہ گیا وہ کھڑے کا کھڑا

کہا اُسنے ای دشمن دین و جاں
ہوا کس طرح تیرا آنا یہاں

بلا میں نہ تو آپ کو اب پھنسا
ابھی وقت ہے بھاگ جا بھاگ جا

سمجھ کچھ گئی عقل تیری کدھر   جوانی پہ اپنی ذرا رحم کر
چنین داد پاسخ کہ اے خوب چہر   درودت زمن آفرین از سپہر
سنو کسطرح آپ ہین مجھسے دور   مری قوت ہمت مین ہی فتور
وگرنہ بلا کر مجھے بام پر   جو کہنا ہو کہہ مجھسے اے سیمبر
کمند ایک مضبوط سی ڈالکر   لیا کھینچ فوراً اُسے بام پر
ستارا ترا اوج پر آج ہے   ترے واسطے آج معراج ہے
بتا تو مجھے پہلے اِسکا سبب   ہوا کیون یہ نازل خدا کا غضب
یہ سنکر بھری اُسنے اک آہ سرد   لگی کانپنے پڑ گیا رنگ زرد
کہا اُسنے اے مہربان با وفا   بتا دون تجھے مین سبب اِسکا کیا
بنا میرے باعث ہے یہ اسکا حال   مری وجہ سے اسپہ آیا وبال
مرے حال پر تھے بہت مہربان   مرا نام رکھا تھا جان جہان
قضا را وہ بیمار ایسے پڑے   کہ مایوس ہم زندگی سے ہوئے
طبیبون نے یہ بات آخر کہی   نہین کوئی امید اب زیست کی
یہ سنکر ہر اک کو تپ درد ہوا   لگا رونے ہر ایک چھوٹا بڑا
سنو قدرت کردگار جہان   کہین سے فقیر آگیا اک یہان
اسے مین گھر کے جب لائے ہم   کیا اُسنے کچھ شاہ پر پڑھ کے دم
نہ باقی کوئی پھر شکایت رہی   ہوئی دور سب جو کہ تکلیف تھی
مگر آپ کی مہربانی ہوئی   کہ حاصل نئی زندگانی ہوئی
خدا نے دیا ہے بہت کچھ مجھے   جو کچھ مانگنا مجھسے ہو مانگ لے
یہی مانگتا ہون یہی دیجیے   غلامی مین اپنی مجھے لیجیے
کہا ہو کوئی لائے جلاد کو   یہ جانے نہ پائے اِسے مار دو
سکھاتا ہون اسکا ابھی مین مزا   مجھے بار رکھیگا تو کیا بھلا
کیا اُسنے کچھ سحر جب پڑھکے دم   تو پتھر کے سب بنگئے یک قلم
گیا اسکا پہلے ہی تھا دل نکل   یہ سنکر گیا وہ زیادہ مچل
ذرا زور سے بول اے نازنین   کہا تو نے کیا کچھ مین سمجھا نہین
جو کہنا ہو وہ تم کہو زور سے   کہا اونچا ہے دیتا سنائی مجھے
یہ تقریر جب اُسنے اُسکی سنی   تو سنتے ہی وہ شیفتہ ہوگئی
کہا اُس سے اے عاشق با وفا   مرا دل مری جان تجھپر فدا
گیا جب غرض بام پر جان نثار   تو اُس سے کہا اُسنے اے گلعذار
ہوئی کون سی اُسنے ایسی خطا   جو پتھر سراک آدمی بن گیا
یہ رودی کہ تار آنسوؤنکا بندھا   روان اُسکی آنکھون سے دریا ہوا
ہوا شہر برباد یہ سب کا سب   بلا اِسپہ آئی ہے میرے سبب
کبھی خوب یہ شہر آباد تھا   مرا باپ حاکم تھا اس شہر کا
مرے باپ کا جہانِ عالم تھا نام   خوشی مین کٹی عمر اُنکی تمام
بہت ہمنے کی اُنکی دارو دوا   مرض کو نہ لیکن افاقہ ہوا
ہوا ہے خراب اُنکا ایسا مزاج   کہ ممکن نہین فائدہ دے علاج
اگر بات سچ ہے کسی نے کہی   کہ بے موت مرتا نہین ہے کوئی
بظاہر اگرچہ وہ انسان تھا   مگر وہ پیچھے سچ تو شیطان تھا
خدا جانے کیا اسنے جادو کیا   ہوا دور فوراً مرض شاہ کا
کہا شاہ نے اے مسیحائے وقت   اگرچہ ہوا تھا مرض مجھکو سخت
کرون شکر مین کس زبان سے ادا   بہت آپنے مجھ پہ احسان کیا
یہ سنکر لگا کہنے وہ بد زبان   مجھے دیجیے آپ جان جہان
کہا اُسنے جب اسطرح بے دھڑک   اُٹھا شاہ کا سُنکے غصہ بھڑک
مرے سامنے بے ادب یہ کلام   نہین تجھسا دیکھا کوئی بد لگام
سنا اُسنے جب نام جلاد کا   وہ ساحر تھا کچھ سحر پڑھنے لگا
کھڑا تھا جہان جو کھڑا رہگیا   جو بیٹھا تھا بیٹھا ہوا رہگیا

وہ جسوقت پتھر کے سب بنگلے پر
محل مین لگا ڈھونڈہنے وہ مجھے

گیا خوف سے اڑ مرا رنگ رو
ہوا خشک میرے بدن کا لہو

ہی انسان مجبور تقدیر سے
مگر آج لو کام تدبیر سے

ڈوپٹہ دیا پھینک سر سے اتار
لگی حرکتین کرنے دیوانہ وار

یہ حال اُسنے جب آکے دیکھا مرا
تو سمجھا خلل ہی کچھ آسیب کا

پڑھے اُسنے افسون اگرچہ ہزار
مگر تھا یہان تو پڑھا جن سوار

طبیبون کو لاکر دکھایا مجھے
عرق اور شربت پلایا مجھے

مرض ہو تو اُسکا لگے کچھ پتا
مرض ہی نہو تو کرے کوئی کیا

طبیبون نے مجبور ہو کر کہا
نہین اس مرض کی جہان مین دوا

دوا اور درمن نہ اب تم کرو
اسے اسکی تقدیر پر چھوڑ دو

بدن مین ہی جبتک یہ جان حزین
چھٹون اس بلا سے یہ ممکن نہین

نہین کوئی یان جسکو ہو میرا غم
بھروسا کہو اب کرین کسپہ ہم

سر شام ہر روز آتا ہی وہ
جلی کو زیادہ جلاتا ہی وہ

جدھر دیکھتی ہون اُٹھا کر نظر
نظر آگ آتی ہی جلتی اُدھر

جو جاؤن تو مر جاؤن جلکر ابھی
جو ٹھہرون تو لگتا نہین میرا جی

یہ سنکر لگا کہنے اپنا وزیر
یہ مانا کہ شیطان ہی وہ شریر

اگر اُسکے تابع مین شیطان ہی
تو اللہ اپنا نگہبان ہی

پری وہ بلا ہی خدا کی پناہ
وہ ساحر نہین ساحرون کا ہی شاہ

کچھ افسون جو پڑھتا ہی وہ سنگدل
زمین آسمان دونون جاتے ہین ہل

نہ ٹھہرو یہان جاؤ کھاؤ ہوا
نہ لاؤ مرے سر پہ تازہ بلا

یہ سنکر کھڑا ہو گیا جان نثار
لگا اُس سے کہنے کہ ای گلعذار

اگر بچ رہے ہم تو پھر آئینگے
اگر مر گئے نام کر جائینگے

بہت اُس پری نے کہا تو نہ جا
مگر اُٹھ کے اک سمت کو یہ چلا

مجھے آئی جب اُسکی صورت نظر
تو بیہوش ہو کر گری خاک پر

بنا تھا اگرچہ برا میرا حال
مگر دل مین آیا مرے یہ خیال

غرض مجکو تدبیر سوجھی یہی
کہ مین جان کر بن گئی باولی

کبھی آسمان کو مین تکنے لگی
کبھی منہ سے بیہودہ بکنے لگی

گیا سامنے بیٹھ وہ بدمعاش
لگا مارنے مجھپہ پڑھ پڑھ کے ماش

نہ منتر ہوا ایک بھی کارگر
گیا ہار آخر کو جھک مار کر

کہا غور سے تم کرو کچھ علاج
کہ اصلاح پر آئے اسکا مزاج

لگایا بہت زور اُسنے مگر
دوا نے نہ مطلق کیا کچھ اثر

ہزارون کا ہمنے کیا ہی علاج
نہ دیکھا مگر ایسا سودہ مزاج

یہ کہکر گئے ڈاکٹر سب چلے
رہے ہم بلا مین پھنسے کے پھنسے

مرا یان بجز ذات پروردگار
نہ مونس ہی کوئی نہ ہی غمگسار

مگر ہان وہ دشمن مری جان کا
نہین دور اتبک بہلنے ہوا

جو چاہون چلی جاؤن یانسے کہین
تو اتنا بھی اب مجھسے ممکن نہین

ارادہ مین کیونکر کہین کا کرون
بھلا آگ مین کسطرح جل مرون

جو ٹھہرون تو مشکل جو جاؤن تو ڈر
کرون کیا بتا مجکو ای چارہ گر

بچیگا نہ لیکن مرے ہاتھ سے
نہین گاڑ دونگا اسے مار کے

یہ سنکر کہا اُسنے ای مہربان
پیاری نہین کیا تجھے اپنی جان

وہ آتا ہی جسوقت ظالم یہان
تو بس کانپ اُٹھتے ہین سارے مکان

کہان وہ بھلا سامری وقت کا
کہان تو مصیبت کا مارا ہوا

چلو جاؤ اپنا کرو کام تم
کرو مجکو ناحق نہ بدنام تم

خدا اپنا حافظ ہی چلتے ہین ہم
نصیب اپنا اب آزماتے ہین ہم

تری کج ادائی سے مجبور ہون
لڑونگا مین اُس سے مرون یا جیون

نہ تھا یہ ابھی میل بھر بھی گیا
کہ اکبارگی آگیا زلزلا

یہ سمجھا کہ ہے سحر کا یہ اثر
ادھر شاید آیا وہی فتنہ گر

مگر جب یہ اُسکے برابر گیا
تو وہ سامری سحر پڑھنے لگا

جگہ ہی سے اپنے نہ جو ہل سکے
لڑے وہ کسی سے تو کیونکر لڑے

نہ تھا بیکسی ہی کا کچھ رنج کم
فلک نے دیا غم پہ یہ اور غم

ہوئی دور آنکھوں سے جانِ جہان
عجب مخمصہ مین پھنسی اسکی جان

ہوا جب مصیبت مین یہ مبتلا
تو یون اسکا دل اس سے کہنے لگا

چھری مار کر ہجر مین تو نہ مر
محبت کو ناحق نہ بدنام کر

یہ سنتے ہی وہ ہوش مین آگیا
دیا دل سے سب رنج اور غم بھلا

گئی جب مصیبت یہ حد سے گذر
تو اک روز یہ خواب آیا نظر

جو گذری ہے تجھپر سنا تو ہمین
جو صدمہ ہے دل پر بتا تو ہمین

کہا اسنے حضرت کہون تمسے کیا
عیان حال ہے آپ پر سب مرا

یہ سنکر انھین رحم کچھ آگیا
دیا اسم اعظم انھون نے سکھا

رہی دوسری بات باقی تری
سو امید ہے وہ بھی ہو جائیگی

اسی کی ہے کوشش پہ اُسکا مدار
نہین غیر کا کام یہ جان نثار

وہ ہے دخترِ شاہ جانِ جہان
اسے لوگ کہتے ہین آرام جان

نہ پوری ابھی بات بھی تھی سنی
کہ آنکھ اسکی اتنے مین جھٹ کھلگئی

ہوا سحر کی قید سے جب رہا
تو پھر اسنے ساحر کا پیچھا کیا

چلا یہ ابھی دو قدم بھی نہ تھا
وہ آتا ہوا پھر دکھائی دیا

کہا اینک رسیدم دریدم ترا
سر و دست و پا ہیت بریدم ترا

ہوا ہے مجھے اب یہ حکمِ خدا
تجھے مار کر خاک مین دون ملا

اُٹھی سمتِ مشرق سے کالی گھٹا
برسنے لگی آگ پانی کی جا

گرے ڈھیر لگ آگ کے جا بجا
نہ اسکا مگر بال بیکا ہوا

نہ پہونچا سکا وہ اُسے کچھ ضرر
مگر ہان ہوا اسکا اُلٹا اثر

سبک تیغ تیز از میان برکشید
بہ کردار شیرِ ژیان بر دمید

غرض اسکے نیچے کا آدھا بدن
گیا سحر پڑھتے ہی پتھر کا بن

وہ ساحر گیا واں سے آگے چلا
یہ حیران اسی جا کھڑا رہ گیا

ادھر راحتِ جان کا دلمین خیال
اُدھر زندگی ہو گئی اب وبال

سمجھ مین نہ آتا تھا اب کیا کرے
جیے کوئی دن اور یا مر رہے

مصیبت اٹھانا ہے عاشق کا کام
اسی سے رہیگا زمانے مین نام

طلبگار ہے تو اگر وصل کا
کوئی دن جدائی کے صدمے اٹھا

کئی دن رہا اُسجگہ وہ کھڑا
نہ دانہ نہ پانی میسّر ہوا

سرہانے کھڑا ہے کوئی سبز پوش
وہ کہتا ہے رو کر نہ کھو اپنے ہوش

بتا دے جو کچھ تجھپہ گذرا ہے غم
بتائینگے کچھ تجکو تدبیر ہم

مین عاشق ہون معلوم ہے آپکو
ملا میرے معشوق سے مجکو دو

کہا اب نہین سحر کا تجکو ڈر
نہ پہونچیگا ساحر سے تجکو ضرر

کہو راحتِ جان کی کوشش کرے
مصیبت سے دکھ سے غم سے

بتاتا ہون اک بات ہان اور بھی
نظر خواب مین اسکو جو آئی تھی

اگر ہے ترا قصد اس ملک کا
تو مشرق کی جانب کو جا تو چلا

اٹھا خواب سے اسم اعظم پڑھا
ہوا دور فوراً اثر سحر کا

خروشید و بگرفت خنجر بدست
سوئے شہر برگشت چون پیل مست

اسے اسنے آواز دی او لعین
چلا ہے کدھر کو ٹھہر جا یہین

بچیگا نہ تو آج اے بدشعار
تری موت ہے تیرے سر پر سوار

یہ سنتے ہی ساحر کھڑا ہو گیا
فلک کی طرف کرکے منہ کچھ پڑھا

اگرچہ برستی رہی دوپہر
کیا لیکن اسپر نہ کچھ بھی اثر

خفا ہو کے پھر سحر اسنے پڑھا
دیا ایک جادو کا دریا بہا

وہ دریا اسی کو ڈبانے لگا
وہ خود ڈبکیان اسمین کھانے لگا

عجب آئی واں قدرت حق نظر
کہ جسکی تھی جوگی اسی کا تھا سر
پڑھے سحر لاکھوں نہ کچھ ہو سکا
وہ ساحر غرض ڈوب کر مر گیا

ہوا شاد یہ دیکھکر جان نثار
کیے شکر کے اسنے سجدے ہزار
ٹلی سر سے آئی ہوئی جب بلا
محل کی طرف یہ روانہ ہوا

محل میں غرض جب وہ داخل ہوا
جو گذرا تھا اسپر دیا سب سنا
مصیبت کا قصہ لڑائی کا حال
سنا اس پری نے تمام و کمال

دیا گر اسکو سنکر یقین
یہ سمجھی نہ دیتا ہو دھوکا کہین
کہا اسنے مجکو نہیں اعتبار
دلیلیں ہیں یارو دلیلیں ہزار

یہ جان جہاں ہے جب اسنے سنا
دوبارہ وہی اسم اعظم پڑھا
دکھایا اثر اسم اعظم نے جب
وہ بت بن گئے آدمی سب کے سب

ہوا داد انکے لوگو نیہ بفضل خدا
دوبارہ بسا شہر اجڑا ہوا
ملی باپ سے جاکے جان جہان
جو گذرا تھا اسپر کیا سب بیان

کہا گر نہ آتا یہاں جان نثار
نہوتا کبھی بفضل پروردگار
اگر ہمپہ ہوتا نہ اسکا کرم
گلے اسطرح آج ملتے نہ ہم

یہ بیٹی سے جب بادشہ نے سنا
کہا اسکو لائے کوئی یاں بلا
بلا کر گلے سے لگایا اسے
اور اپنے برابر بٹھایا اسے

کہا اے جوانمرد شیر خدا
بڑا تونے ہمپر یہ احسان کیا
ہوئے ہیں بہت تیرے ممنون ہم
لگا کہنے آنکھوں سے تیرے قدم

غلامی کو حاضر ہے بیٹی مری
ہوئی آج سے یہ لونڈی تری
ترے ہاتھوں میں اسکا دیتا ہوں ہاتھ
یقین ہے یہ لونڈی نباہیگی ساتھ

کہا اسنے اے شاہ عالی مقام
مجھے اور درپیش ہے ایک کام
مقدم ہے وہ کام سب سے مجھے
کہو تم تو گھڑیوں میں پہلے اسے

اگر زندگی ہے تو پھر آؤنگا
جو کچھ حکم ہوگا بجا لاؤنگا
یہ کہکر وہاں سے وہ رخصت ہوا
اسی روز واپس وطن کو پھرا

کیا چھ مہینے سفر اسنے پھر
ملا اس سے آکر جو تھا منتظر
کہا اس سے اے عاشق باوفا
پتا مل گیا تیرے معشوق کا

وہ رہتی ہے غیرت دہ مہ جہان
ہے اس ملک کا نام جان جہان
اسے رات دن عیش سے کام ہے
وہ بیگم ہے آرام جان نام ہے

سنا راحت جان نے جب یہ پتا
تو چلنے کو تیار ہی ہو گیا
نہ پوچھی مہورت نہ دیکھی گھڑی
نہ کی اسنے پروا دساسول کی

نچھتر کو دیکھا نہ تھو کال کو
کہا کچھ نہیں غم مجھے ہو سو ہو
خدا اب ہمارا مددگار ہے
مصیبت میں دکھوں میں بھی یار ہے

راحت جان کا جوگی بنکر کوسے جانان کو روانہ ہونا جان نثار کی ہمراہی راستہ کی تباہی

کدھر ہے تو اے ساقی شوخ و شنگ
وہ مے دے کہ دلکی بڑھے کچھ ترنگ

کرون آیۂ فاسجدوا پر عمل
چلوں راہ معشوق میں سر کے بل

کیا کچھ نہ ناموس کا اسنے پاس
زمین پر دیا پھینک شاہی لباس

کیا جوگیا راحت جان نے بھیس
لیا اک ملاگیروا اور کھیس
صدف اور موتی سبت سے جلا
بھبوت اسنے تن پر ملی جابجا

بکھیرے ادھر کچھ ادھر سر کے بال
گلے میں لیے ہار مونگے کے ڈال
لیا اپنے ماتھے پہ قشقہ لگا
لیا دوش پر مرگ چھالا اٹھا

دیا اسنے بیچ اپنا تن اور دھن
لیے دونوں کانوں میں مندرے پہن
اٹھا ہاتھ میں اسنے اک بین لی
نہ تھی بین لیوی تھی وہ راگ کی

غرض اسطرح جب وہ جوگی بنا
کیا یاد ہر کو کھڑا ہو گیا
کہا آمرے ساتھ اے جان نثار
ذرا پوچھ لیں مرضئے شہریار

چلو چل کے ملتا پتا سے ملین
بڑی آرزوؤں سے پایا ہمین
چلے گر گئے بیٹے اُنسے ہم
یہ لیجائینگے دل میں ارمان ہم
خبر سنکے ماں آئی دوڑی ہوئی
کہا اسنے بیٹے سے ای لاڈلے
ترے پاس لایا ہون یہ التجا
میں ہون آپکا ہون بُرا یا بھلا
اگر میں یہاں اور جیسے رہا
یہ سنکر وہ رونے لگی زار زار
بڑھاپے میں ماں باپ کو چھوڑکر
تجھے ایسی تکلیف پہونچی ہے کیا
مقدر کی مجکو نہ تھی یہ خبر
ارادہ ہے جس سمت کا جا مگر
گئی ہے تری عقل غافل کہاں
اگر شوق دیدار ہے کچھ تجھے
نصیحت ابھی کر چکی تھی زبان
کسی نے کہا کھینچکر ایک آہ
رہی کچھ بھی باقی نہ شرم و حیا
مری عقل اور ہوش ہیں سب بجا
اگر ضبط میں آہ و نالہ کرون
اگر میں کرون سیر گلزار و باغ
اگر آپکا حکم لاؤن بجا

دعائیں تو ماں باپ کی آج لین
بڑی محنتوں سے بڑھایا ہمین
تو جیتا نہ چھوڑے گا انکو غم
لگا کے نہ آنکھوں سے انکے قدم
یہ حالت جو دیکھی تو رونے لگی
ہمیں چھوڑکر تم کہاں کو چلے
مجھے بخشدے دودھ یہ خدا
مرا بخشدو تم کہا اور سُنا
تو بیشک جنون میرا بڑھ جائیگا
رہا دل پہ اسکا نہ کچھ اختیار
چلا ای مری جان تو اب کدھر
جو گنے لگا تجکو گھر ہی برا
کہ میں دیکھ سکونگی تجھے پال کر
ٹھکانے لگا جا ہمیں مار کر
کہاں تو کہاں ملک جان جہان
تو منہ اپنا آئینہ میں دیکھ لے
کہ اتنے میں آئیں نصیحت وہاں
ہوا آج افسوس یہ گھر تباہ
تجھے جان عالم یہ کیا ہوگیا
سمجھتا ہوں میں بھی برا اور بھلا
طبیعت پہ ہے غالب آیا جنون
پریشان ہوتا ہے میرا دماغ
تو دو دن میں ہو جاؤں میں باولا

خدا جانے اب پیش آئیگا کیا
کہوں کیا انھوں نے ہمارے لیے
رہیگا جدائی کا انکو ملال
یہ کہکر وہ شاہی محل میں گیا
لگی کہنے رو رو کے وہ یا خدا
وہ بولا کہ ای مادر مہربان
خوشی سے اجازت مجھے دیجیے
گئی ہے اکھڑ کچھ طبیعت مری
یہی ہے بس اب میرے حق میں بھلا
لگی کہنے بیٹے سے ای میری جان
ہماری کمر توڑتا ہے تو کیون
تجھے اسلیے ہمنے پالا نہ تھا
اگر تجکو جانا ہے ای بیوفا
ترے بعد پھر ای شہ بے وطن
سمایا ہے کیا تیرے دلمیں خیال
تجھے وہ دیا ہے خدا نے جمال
رہی دور کوئی کوئی آئی پاس
کوئی رو کے بولی میں واری گئی
بہت شور و غل جب انھوں نے کیا
مگر کیا کرے عاشق جان نثار
اگر گھر میں بیٹھوں تو گھٹتا ہے دم
بہاؤں نہ آنکھوں سے دریا اگر
مرے واسطے پھر یہ تدبیر ہو

دکھاتے چلیں ہم انکو منہ تو ذرا
بہت ہی بڑے درد اور دکھ سہے
سنیگا خدا جانے کیا انکا حال
اسے دیکھکر باپ حیران ہوا
یہ جیگا بھلا تھا ہوا اسکو کیا
کرونگا میں اب سیر جان جہان
جو مر جاؤں میں تو نہ غم کیجیے
یہاں اب نہیں میرا لگتا ہے جی
کہ جاؤں یہاں سے کہیں میں چلا
کرون کیا کہوں کس سے جاؤں کہاں
ارے ہمسے منہ موڑتا ہے تو کیوں
کہ ہو تو بڑھاپے میں ہمسے جدا
تو دے جا ذرا ہمیں سنکھیا
کریگا مرا کون گور و کفن
اسے دل سے تو ڈال ای نونہال
خجل جس سے ہوتا ہے بدر کمال
گری خاک پر کوئی ہو بد حواس
تری آج کیوں عقل ماری گئی
تو یوں راحت جان نے اسنے کہا
کہ دل ہی نہیں اسکا کچھ اختیار
اگر جاؤں باہر تو بڑھتا ہے غم
ابھی خاک ہوں جلکے دل اور جگر
گلے میں مرے طوق و زنجیر ہو

زیادہ نہ تاخیر اب تم کرو
اجازت ہی دو اب اجازت ہی دو

نہ دیکھا نصیحت میں جب فایدا
تو مجبور رہ کر یہ ماں نے کہا

تجھے تندرستی سے لائے خدا
ترا منہ ہمیں پھر دکھائے خدا

اُسی وقت اُسنے دہی کچھ منگا
دیا اسکے ماتھے پہ ٹیکا لگا

محل سے پھر آیا وہ باہر نکل
کہا اپنے ساتھی سے آ ساتھ چل

چنان شاہ رہوار را گرم راند
کہ باد صبا ہم ازو باز ماند

چھٹے دست و پا دل گئے سب کے ٹوٹ
گیا دو گھڑی ہی میں بس ساتھ چھوٹ

مگر دونوں وہ بادشہ اور وزیر
بہمت جوان و بہ تدبیر پیر

گذر ایک جنگل میں اُنکا ہوا
وہ تھا باغ سے بھی سوا خوشنما

کھڑے تھے درخت ایسے باہم ملے
کوئی جیسطرح سائبان تان دے

کھلے پھول تھے سیکڑوں رنگ کے
نئی طرز کے اور نئے ڈھنگ کے

پپیہا کسی سمت تھا بولتا
مچایا کہیں شور قمری نے تھا

کہیں سایہ میں لومڑی تھی کھڑی
کہیں پھر رہے تھے ہرن چوکڑی

یہ جنگل جو دیکھا بہت پر فضا
تو دونون راحت جان نے دلسے کہا

چھپا جبکہ سورج ہوا وقت شام
اُنھوں نے وہیں کر دیا بس مقام

شفق نے دیا آسمان پر بچھا
بہت دور تک فرش بانات کا

زمین پر ہوئی اور ہی کچھ بہار
ہوئی عکس سے اسکے وہ لالہ زار

کہیں آ گئے گھات میں بھیڑیے
کہیں ڈر سے خرگوش چھپنے لگے

بسیرے کا اب وقت تھا ہو گیا
ہر اک مرغ لیتا تھا نام خدا

کسی جا بجا مرغابیوں کا ہجوم
کہیں تیتروں نے مچائی تھی دھوم

برس کر ابھی جو کھلی تھی گھٹا
تو تھی چل رہی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا

وہ رشک چمن اسکو یاد آ گیا
ہوا اسکا داغ جگر پھر ہرا

وہ جنگل جو تھا اسقدر خوشنما
وہی رات کو اب ڈرانے لگا

مرے حق میں اب تم کرو یہ دعا
مراد دل تو برآرد خدا

یہی ہے اگر مرضی کردگار
تو ہم بھی اسی میں ہیں خوش جاں نثار

خدا تجھکو دے تیرے دل کی مراد
تجھے دیکھ کر شاد ہم بھی ہوں شاد

اجازت ملی جبکہ ماں باپ کی
ہوئی شاہزادے کو حاصل خوشی

غرض راحت جان اور جان نثار
روانہ ہوئے جانب ملک یار

ہوئے ساتھ دو چار سوار بھی
مگر ساتھ دینے کی ہمت نہ تھی

یہاں کوئی کوئی وہاں رہ گیا
ہوئے شام سے پہلے سارے جدا

نہ ٹھہرے برابر چلے ہی گئے
قدم اُنکے آگے بڑھے ہی گئے

بچھا فرش کوسوں میں سبزے کا تھا
کھڑے سرو و شمشاد تھے جا بجا

نہ تھا دھوپ کا نام تک بھی وہاں
دوپہری میں تھا شام کا سا سماں

خراماں کہیں ناز سے تھے چکور
کسی جا تھے سرگرم رفتار مور

چہکتی تھی شاماں کسی شاخ پر
کہیں چہچہاتا تھا مرغ سحر

زمیں سے نکلتے تھے چشمے کئی
رواں اس جگہ نہر بھی ایک تھی

کہیں دیکھیے مرگ چھالا بچھا
کہیں دیکھیے آنچ بستر لگا

عجب خوشنما وقت تھا شام کا
کہوں کیا جو کچھ لطف حاصل ہوا

کہیں دردیاں مختلف رنگ کی
ہوئی فوج آ بادلوں کی کھڑی

قلانچیں ہرن ڈر سے بھرنے لگے
پپیہے وہاں جبت کرنے لگے

کہیں مٹکے جنڈول گانے لگے
مجیرے کہیں غل مچانے لگے

کھڑے تھے کہیں حوض اور نہر پر
جھکائے ہوئے لقلق و قاز سر

عجب لطف تھا جگنوؤں نے کیا
کہ تھی نہر میں آگ سی ہی لگا

یہ عالم جو جنگل میں آیا نظر
لگے چھٹنے عاشق کے دل اور جگر

گھڑی دو گھڑی رات جب ہو گئی
گئی پھیل میدان میں تیرگی

وہ گلزار تھا جو کہ باغ جنان
بنا رات ہوتے ہی ہو کا مکان

غرض کھیت جب چاندنی نے کیا | تو یہ بین لیکر بجانے لگا
لگین ٹہنیان وجد مین جھومنے | لگین اسکے ہاتھ اور منھ چومنے
شب ماہ مین اسجگہ وہ پری | کیا کرتی تھی آکے خوش بیاجی
دو نرگس دژم ابروان پر خم | ستون دو ابرو چو سیمین قلم
دو جادو خش پر خواب پر آبرو | پر از لالہ رخسار و پر مشک مو
نباتی تھی ہر اک کو اپنا غلام | عجب حسن تھا آفت جان تمام
سنی اسنے آواز جب بین کی | تو یون دل سے وہ اپنے کہنے لگی
غرض آئی جب شاہزادے کے پاس | تو جاتے رہے اسکے ہوش و حواس
جگر اور دل ہوگئے دونون شق | گری کھاکے غش ہوگیا رنگ فق
قدم شوق آگے بڑھانے لگا | جنون زور اپنا دکھانے لگا
وہان سے وہ آگے تو تھی کچھ پرے | جھجھک کر مگر پھر کھڑی ہوگئی
بجاتا جو ہے بین وہ نوجوان | کہان سے ہوا اسکا آنا یہان
یہ جنگل ہے جنگل پرستان کا | ہے کیا اس جگہ کام انسان کا
پری سے یہ جب اس جوان نے سنا | تو یون اس سے ہنسکر وہ کہنے لگا
بایران و توران ور ابندہ ام | پرے دلبران او زندہ اند
پری کو ہنین کیا عزیز اپنی جان | پری آکے لیگی بھلا کیا یہان
مین کہتا ہون یہ سچ خدا ہے گواہ | حسینون کا ہے یہ جوان بادشاہ
نہین اس جہا مین خدا کے سوا | اسی مرد کا ہے فقط آسرا
دل و جان سے اسپہ قربان ہو | نکالے جو کچھ جی کا ارمان ہو
کہا اسنے آہوش مین ای پری | ترے سامنے یہ نہوگا کبھی
جہان مین ہین انسان سب بشکم | تجھے تیرے مطلب کے ملجائینگے
نشہ تھا حقیقت ہی تھی اسکی کیا | دیا مار کر پہ زمین پر گرا
زمین سے اٹھی آسمان کو اڑی | اڑا کر پرستان مین لے گئی

سنا مین کو جسنے بیخود ہوا | وہین رہگیا بس کھڑے کا کھڑا
بجاتا تھا بیٹھا ہوا وہ جہان | وہ تھا سیر کا اک پری کے مکان
کرون حسن کی اسکی تعریف کیا | لکھون شکل کی اسکی توصیف کیا
دہانش بہ تنگی دل مستمند | سر زلف چون حلقہ پاے بند
اسے حسن مین کس سے تشبیہ دون | پری جو کہ خود ہو اسے کیا کہون
ادھر بین کا تھا بندھا یہ سمان | ادھر سیر کو آگئی وہ وہان
ذرا دو قدم اور آگے بڑھو | ذرا مین اب پاس چل کر سنو
یہ تھا شاہزادہ وہ بہت خوش ادا | پری ہوگئی دیکھتے ہی فدا
ہوا کم ذرا دل کا جب اضطراب | ستانے لگا عشق خانہ خراب
دل مضطرب ڈھا چکا تھا غضب | اگر ہوتا مانع نہ پاس ادب
کھڑا سامنے تھا جو این وزیر | کہا اس سے اسنے بتا ای فقیر
یہ ہے کون اور ہے کہان اسکا گھر | ہوا کس طرح اسکا آنا ادھر
اسے جان کا بھی نہ تھا اپنی ڈر | دیا آگیا یہ یہان بھول کر
کہ این شاہ روم است و چین است و ہند | زقنوج تا بیش دریاے سند
جوانی کو کوئی خاک مین کر ملاے | وہ اس غیرت ماہ کے پاس آئے
اسے خواب مین گر پری دیکھ لے | تو پیچھے سے سر پھوڑ کر جان دے
حسینونکی آنکھونکا تارا ہے یہ | مین خادم ہون آقا ہمارا ہے یہ
پری نے یہ جب حال اسکا سنا | تو چاہا گلے سے لپٹ لے لگا
مگر اسنے آگے نہ بڑھنے دیا | پکڑ ہاتھ اس ماہوش کا لیا
نہین ہو اگر تیرا قابو مین جی | تو کر جستجو تو کسی اور کی
لگی آگ دل مین تو پہلے ہی تھی | یہ سنکر پری اور بھی جل گئی
بڑھی اور پکڑ راحت جان کا ہاتھ | بٹھا تخت پر لے اڑی اپنے ساتھ
وہ عاشق مگر محو تھا اسقدر | کہ اسکو نہ مطلق ہوئی کچھ خبر

بدستور تانیں اڑاتا رہا | اسی طرح بیٹھا بجاتا رہا
گیا سو یہ جب سرو نو خاستہ | کیا باغ کو اس نے آراستہ
دیا شاہزادے کو اس میں سلا | خواصوں کو اپنی بلا کر کہا
یہ جب خواب شیریں سے بیدار ہو | تو پائے مہیا ہر اک چیز کو
شب و روز خدمت میں حاضر رہو | کہے تم سے جو کچھ وہی تم کرو
بیاراست تن را بدیبائے زر | بدرّ و بیاقوت و لعل و گہر
چبایا پان جب اس نے مسّی لی | تو سچ مچ ہی وہ آفت جان بنی
بچھا ایک چوکی جواہر نگار | گئی ناز سے بیٹھ وہ گلعذار
اٹھا لیکے انگڑائی جب شہریار | تو آئی نظر اور ہی کچھ بہار
نہیں گرد کا نام تک بھی وہاں | ہر اک چیز ہے صاف آئینہ ساں
نہ سردی وہاں ہے نہ گرمی وہاں | نہ فصل بہاری نہ فصل خزاں
شریفے کھجوریں چھوہارے کٹھل | بڑھل آم نارنگیاں ناریل
بھرا نسترن یاسمن سے تھا باغ | معطر کیا جسکی بو نے دماغ
وہاں پیڑ تھے جو لگائے ہوئے | وہ جادو کے تھے سب بنائے ہوئے
کسی پھل کے کھانے کو گر چاہے جی | تو آجائے منہ کے برابر وہی
کچھ ایسے تھے وہ آدمی سے ہلے | ڈراؤ اگر تو بھی ڈرتے نہ تھے
کہیں سرو سرگرم رفتار تھے | لگاتے تھے سوسن کہیں قہقہے
ابھی تھا چنبیلی کا تختہ کھلا | ابھی کھل گیا موتیا موگرا
ابھی پیڑ تھا سامنے آم کا | مگر پھر جو دیکھا تو انجیر تھا
نہ تھا وہ زمیں پر بنایا گیا | مکاں تھا معلق ہوا میں کھڑا
زمرد کی محراب نیلم کا در | جڑے تھے کواڑوں میں لعل و گہر
معلق تھیں یاقوت کی ہانڈیاں | بھرا تھا جواہر سے سارا مکاں
بچھے سیکڑوں کوچ کرسی میں تھے | دروں پر تھے اطلس کے پردے پڑے

جب آئی اسے نیند بستر لپیٹ | گیا تخت پر اک طرف کو وہ لیٹ
سنہری چھپرکھٹ بچھایا وہاں | نئے سر سے اس نے سجایا مکان
کرو جا کے اب تم بناؤ سنگار | دکھاؤ اسے حسن کی کچھ بہار
جو کچھ تم سے مانگے وہی اسکو دو | یہ مہمان ہے اسکی خاطر کرو
رہے سب کو اس بات کا اب خیال | نہ آئے کہیں اسکے دل پر ملال
نہا دھو کے تیار خود بھی ہوئی | پہن ایک پوشاک کی جگمگی
لیا عطر فتنہ کا جب اس نے مل | چلی جان عشاق تن سے نکل
یہاں آکے بیٹھی یہ جب شکل گل | گئی راحت جان کی بھی آنکھ کھل
زمیں اور ہے آسمان اور ہے | ہر اک سمت چھایا سماں اور ہے
ہوا کا ہے جیسے کہ دستور کا حال | بھری اسکی اٹکھیلیوں سے ہے چال
مگر ہے تعجب کہ موجود تھا | درختوں پہ میوہ ہر اک فصل کا
پلم ای پری کاٹ اشٹابری | الاچی منقے چرونجی بہی
ہر اک سمت تھیں اسمیں نہریں رواں | سنہری طرح ان میں تھیں مچھلیاں
نہ ہوتا تھا اُس پر خزاں کا اثر | نہ تھا اُسکے پتوں کو آندھی کا ڈر
ہر اک قسم کے اُس جگہ تھے پرند | ہر اک نوع کے اُس جگہ تھے چرند
وہ دیکھا کبھی جو سنا بھی نہ تھا | عجب تھا تماشا طلسمات کا
وہاں تختہ ریحان و سنبل کا حال | سکھاتا ہو جیسے کہ لڑکوں کی بال
ابھی تھے کھڑے پیڑ امرود کے | ابھی دم میں شہتوت وہ بن گئے
نظر اسکی جسدم مکان پر پڑی | بڑی شاہزادے کو حیرت ہوئی
نہ گارا نہ اینٹیں نہ چونے کا نام | لگائے گئے تھے جواہر تمام
زبرجد کے فانوس ہیرے کے جھاڑ | ہر اک جھاڑ اتنا کہ جتنا پہاڑ
بچھا تھا وہاں فرش کمخواب کا | بچھا اُس پہ قاقم کا قالین تھا
لگی اُس پہ کمخواب کی گوٹ تھی | پڑی اُس میں ڈوری تھی مقیش کی

لگائے کہین پھول تھے سر پر
کہین تھا انگوٹھی مین جلتا اگر

جسے دیکھنا تمکو منظور ہو
اس آئینہ مین اسکو تم دیکھ لو

کسی نے کسی کا دیا منھ چڑا
کسی نے کسی کے دیا دھپ جما

کہا اسنے ہنسکر بھلا ری بھلا
بتاتی ہون آئی ٹھہر جا ذرا

کوئی پان سے منھ کو کرتی تھی لال
کھڑی کوئی سر کے سلجھاتی تھی بال

کوئی کر رہی تھی بناؤ سنگار
گلو تکی کوئی دیکھتی تھی بہار

لگا جب وہ تکنے ادھر اور ادھر
تو آئی اُسے آفت جان نظر

رخ جون بہار و بہالا چو سرو
میان ہیچ و عمر وہ بر فتن تدرو

اسے دیکھکر اُسنے دلمین کہا
کہ یہ ہو اب آیا نظر دوسرا

خدا جانے اب پیش آئیگا کیا
مقدر مجھے اب دکھائیگا کیا

بتا تو مجھے ہے یہ کس کا مکان
ہوا کس طرح میرا آنا یہان

یہ صورت تری اور پھر یہ فریب
یہ باتین نہین تجھکو دیتی ہین زیب

تری بھولی صورت سے ہے یہ عیان
کہ آیا نہین آپ سے تو یہان

یہ کہکر پری نے کہا ہے کوئی
سنے بات آکر ذرا یان مری

اسے سامنے سے ذرا دو ہٹا
یہان اسکے آنے کا تھا کام کیا

مزہ اسکو آنے کا دو تم چکھا
کرے پھر نہ ایسا کوئی دوسرا

یہ ہو مجھو کیا ہے اسی نے کیا
یہان مجکو لائی یہی ہے اٹھا

جوانی کا عالم ہے مستی کے دن
کرے کیا یہی ہے تقاضا سے سن

اثر ہو چکا دل مین ہے عشق کا
دکھانے کو کرتی ہے یہ چوچلا

چھپاتی ہے ہونٹون کو یہ بار بار
دکھاتی ہے جوبن کی اپنے بہار

غرض شاہزادے نے بیتو پکار
کہا کر نہ تو گفتگو بے محل

سمجھتی کندیا مین نے گر حسین
تو اتنے ہی مین آپ اترا گئین

سمجھتی ہے مین بھی ہون شک چمن
ذرا اپنا منھ دیکھ احمق زبن

سنہرے کہین آئینے تھے لگے
کہین سنگ مرمر کے بت تھے کھڑے

کھڑے باہمین تھے حسینون کے غول
ظریفانہ کرتے تھے باہم ٹھٹھول

ہنسی مین کسی نے کسی سے کہا
بلاتا ہے تجھکو ترا آشنا

لگاتی تھی آنکھون مین سرمہ کوئی
کوئی نازنین مل رہی تھی مسی

کوئی گیت گاتی تھی بیٹھی ہوئی
حیا کی کوئی یاد مین تھی کھڑی

یہ عالم جو دیکھا طلسمات کا
بڑا اپنے دلمین وہ حیران ہوا

وہ کیا دیکھتا ہے کہ اک نازنین
حسین نوجوان خوش ادا مہ جبین

بچھا کرسی زر اک انداز سے
ہے بیٹھی ہوئی اسجگہ ناز سے

مگر سوچکر پھر وہ کہنے لگا
نہین خواب آئی کوئی یہ بلا

کہا اس سے بیٹھی جو تھی نازنین
کہ اے مہ جبین دشمن جان و دین

پھر اکر وہ منھ ناز و انداز سے
لگی کہنے یون نرم آواز سے

یہ دیکھو تو کس سادگی سے کہا
کہ مین کس طرح سے یہان آگیا

ارے خوب مین جانتی ہون تجھے
یہ دھوکا کسی اور کو جاکے دے

یہ دیکھو تو ہے کون یہ مرد وا
جو ہے سامنے میرے بیٹھا ہوا

مرے گھر کو سمجھا تھا کیا اپنا گھر
جو یہ آگیا اسطرح بے خطر

یہ جب آفت جان ہوا اسنے سنا
تو یون اپنے دل مین وہ کہنے لگا

نہین ہے کسی بات کا ہمکو ڈر
یہ باتین بناتی ہے اب جان کر

کیا ہے اسے عشق نے بیقرار
نہین دل پہ اب اسکا کچھ اختیار

محبت ہے چہرہ سے اُسکے عیان
کہ بھرتی ہے بیٹھی ہوئی سسکیان

محبت نہ کرتی اگر دلمین گھر
تو لیتی سبھی سے نہ یہ سیمبر

ذرا ہوش مین آ زبان کو سنبھال
نہ بیہودہ الفاظ منھ سے نکال

کہے آدمی بات کچھ سوچ کر
تجھے ناز ہے کون سی بات پر

کسی سے ذرا آئنہ تو منگا
ابھی حال کھل جائیگا حسن کا

نہیں مجکو معلوم ہوتی بھلی
جو ملتے بد تر ہو صورت بری
مجھے تو نے کیا سوچکر یہ کہا
کہ تا کھون کا لیتا ہے سر پر چڑھا
نہیں فائدہ کچھ اب اس بحث سے
جو کچھ تیرا جی چاہے کہہ لے مجھے
نہیں چور بلکہ اچکا ہوں مین
زمانہ کا شہدا ہوں لچا ہوں مین
حسینوں کی ہے گالیوں مین مزا
یہ سنکر کچھ اسنے نہ مانا برا
کہا شاہزادے نے خانہ خراب
مری بات کا بھی تو دے کچھ جواب
بھلا دیکھنے کا تو ہے ذکر کیا
نہیں یانکی انسان کو بو بھی ہوا
تپ غم مین پگھل گھل کے گو جان دی
رہی دلمین حسرت مگر دید کی
نہین آدمی سے ہے نفرت بڑی
نہین اسکا ہم نام لیتے کبھی
تجھے گو یہ معلوم ہوگا برا
قسم کھا کے تو ہی مگر یہ بتا
یہ سنکر کہا اسنے ہے تو بشر
سمجھتی ہے انسان کو جو حقیر
مری بات بھی مان لے تو ذرا
کسی سے ذرا آئنہ تو منگا
میان مٹھو اپنے نہ منہ سے بنو
ذرا اپنی صورت کو تو دیکھ لو
کسی دشت مین ایک لنگور تھا
حمل رہ گیا اسکو گر ٹھونکنے کا
نئی طرز کا تھا نئی شکل کا
حقیقت مین تھا وہ بہت بدنما
خلل جبکہ ہوتا ہے آسیب کا
خبر تجکو ہے کچھ سو کہتے ہین کیا
سمجھتا اگر وہ نہ تمکو برا
تو کرتا نہ انسان تم کو جدا
یہ سنکر لگی کہنے دلمین پری
کہ یہ غیرت ماہ ہے آدمی
مناسب ہے اس ذکر کو چھوڑ دون
خوشامد کی اب اس سے باتین کرون
جو کچھ جی مین آئے تمھارے کہو
سنونگی مین تم میرے مہمان ہو
بہت سن چکی اب نہ باتین بناؤ
بہت ہو چکی آدمیت مین آؤ
غذا کھا کے دو گھڑی ٹھہری رہو
سفر کی یہ کلفت تو کچھ دور ہو
یہ سنکر کہا اسنے اے مہ لقا
بھلا اتنے اصرار سے فائدا

حسینون کا ہے کام ناز و ادا
مگر تجھکو نسبت حسینون سے کیا
پھرا کر جب مجھے لائی تو اپنے گھر
لگاتی ہے الزام اورون کے سر
سمجھتی ہے جو تو وہی مین سہی
مگر تو تو اس عیب سے ہے بری
نہ بیہودہ باتین کر اے گلعذار
زیادہ نہ اب جو چلے تو کہا
کہین اسنے باتین جلی اور کٹی
مگر وہ پری سنکے سب پی گئی
پری نے کہا یہ پرستان ہے
ہوئی کیون تری عقل حیران ہے
پری کا اگر نام بھی سن لیا
تو بس آدمی بن گیا باؤلا
بھلا عشق مین عمر بھر وہ غریب
ہوئی دیکھنی پر نہ صورت نصیب
اگر بھول کر نام لین ایک بار
تو کرنی پڑین کلیان دس ہزار
کبھی خواب مین تیرے آئی پری
دکھائی تجھے اسنے صورت کبھی
بھلا جنکے سرخاب کے دو ہون پر
نہون وہ تو ہو کون پیش نظر
نظر جب تجھے آئینگے اپنے پر
سمجھ جائیگی پھر تو اے جانور
پری جسکو کہتے ہین ہے کیا وہ چیز
سمجھتی بھی ہے کچھ تو اے بے تمیز
غرض اس سے بچہ جو پیدا ہوا
اسی کا پری نام رکھا گیا
لگایا نہ انسان نے اسکو ہاتھ
لگا رہنے جنگل مین دیوونکے ساتھ
نہ اسپر بھی سر سے وہ اترے اگر
تو لیتے ہین پاپوش سے پھر خبر
پری کا اگر حسن آتا پسند
تو کرتا پرستان کو شیشہ مین بند
زیادہ اگر کچھ کہونگی اسے
سنائے گا یہ ایک کی سو مجھے
کہا اسنے اے شاہ عالیجناب
مین کیا آپ کی بات کا دون جواب
مگر اتنا کہتی ہون اب آپ سے
زیادہ نہ دق کیجیے گا مجھے
نہ باتون مین یون وقت کو کھوئیے
ذرا اٹھکے اب ہاتھ منہ دھوئیے
کہا مین نے جو آپ سے مان لو
زیادہ نہ پھیلاؤ پاؤن اٹھو
نہ لین آپ اب کھانے پینے کا نام
نہین کچھ ہمین کھانے پینے سے کام

سہے جو محبت میں تکلیف و درد بڑا ہی صاحب حوصلہ ہے وہ مرد
نہیں عشق میں جان کا ڈر جسے ڈراتی ہے مرنے سے یاں تو کسے
ہمارا اگر سے کام گر وہ تمام تو اس شوخ کا عاشقوں میں ہو نام
ہمیشہ سے آئی ہے ہوتی یہی اگر وہ کرے تو نہیں کچھ نئی
بُرا یا بھلا خیر جو کچھ کہا نہ مانو بُرا تم مری بات کا
نصیحت سے اسکی غرض اور تھی یہاں ہو گئی اور کی اور ہی
پری نے جو عاشق کا دیکھا یہ حال رہی پھر نہ اسکو امید وصال
کسی سے نہ کرتی تھی مطلق کلام گذرتے تھے روتے ہی میں صبح و شام
سبب اسکا گھٹتا تھا جس سے فقط جی تو کہتی تھی یوں اپنے دل سے پری
کہاں تک کروں آہ و نالہ و فغاں کہاں تک میں رگڑوں پڑی ایڑیاں
مزا کچھ نہیں ہجر میں زیست کا بھلا اب ہمیں کام جینے سے کیا
عجب کیا جو کاندھا جنازہ کو دے مری کچھ تو محنت ٹھکانے لگے
کسی کو نہ آزار ہو عشق کا محبت بہت ہی بُری ہے بلا
یہ ہے وہ مصیبت جو اس میں پھنسا وہ دنیا سے جیتے ہی جی اٹھ گیا
ہے یہ درد دل لا دوا لا علاج نہیں جانتا کوئی اسکا علاج
اگرچہ مکان اسکا کچھ دور تھا مگر اس پری کا یہ دستور تھا
بہت ہی محبت اسی ماں سے تھی ٹھہرتی وہاں جا کے دو دو گھڑی
گیا ایکدن بھی نہ جا کر سلام لیا بھول کر بھی نہ جانے کا نام
خواصوں سے اک روز اسنے کہا تمھیں آفت جان کا ہے کچھ پتا
انھیں اسکا سب حال معلوم تھا گئیں بات لیکن جو ہیں بنا
کیا اسلیے ہمنے انکا نہ ذکر اگر ہو گئی طبیعت کو ناحق کی فکر
یہ سنکر اڑے اسکے ہوش و حواس گئی دوڑ کر جلد بیٹی کے پاس
نقاہت کا اور ضعف کا تھا یہ حال کہ کروٹ بدلنا اسے تھا محال

سنا ہے فقط عشق کا تو نے نام ارے عشق ہے جان جوکھوں کا کام
پری آپ کی جو کہ سردار ہے ہماری بھی جو عاشق زار ہے
اگر قتل معشوق منظور ہے کرے عاشقوں کا یہ دستور ہے
یہ سنکر کھڑی ہو گئی وہ ددا کہاں میں جاتی ہوں اے بیوفا
وہ عاشق ہے تم اسکے معشوق ہو جو کچھ جی میں آئے تمھارے کرو
ہوا اسقدر اسکو رنج و ملال کہ ہو تو بہت لعنت کی بول چال
دم سرد دن رات بھرنے لگی تپ غم میں گھل گھل کے مرنے لگی
دیا چھوڑ احباب کا اسنے ساتھ گئی بیٹھ ٹھوڑی تلے دھر کے ہاتھ
خدارا نہ اب تو زیادہ مچل نکلتا ہے کمبخت تو جا نکل
تجھے جب میں دے ہی چکی ہاتھ سے تو مطلوب ہے زندگی اب کسے
مروں میں تو اتنا تو ہو فائدا کہ آئے جنازہ پہ وہ مہ لقا
کبھی کہتی رو رو کے کھا پیچ و تاب دیا موت نے بھی مجھے اب جواب
یہ بدنام کرتی ہے انسان کو ملاتی ہے یہ خاک میں جان کو
غرض جسنے پیا اس درد کا نہیں آجتک کوئی بچتا سنا
بنی جان جو تھی آفت جان کی ما دل و جان سے بیٹی پہ تھی وہ فدا
کہ ہر روز مجرے کو جاتی تھی یہ جو کچھ حال ہوتا سناتی تھی یہ
مگر جب سے عاشق ہوئی یہ پری گئی بھول آداب اور بندگی
گئی جب نہ مجرے کو یہ دلربا بنی جان کو پیدا تردد ہوا
ہوا کیا اسے کیوں نہ آئی یہاں بلاؤ اسے آج ہے وہ کہاں
قسم کھا کے اکبار سب نے کہا کہ انکی طبیعت ہے کچھ بد مزا
طبیعت جب اچھی کچھ ہو جائیگی تو مجرے کو دوڑی ہوئی آئیگی
جو دیکھا تو تھا حال اسکا بُرا بدن پر نہ تھا نام بھی گوشت کا
کہا اسنے ماں صدقے واری گئی نہ کس طرح سے یہ حالت تری

تجھے دیکھکر مجھکو آتا ہی ڈر — ترا جسم کانٹا ہوا سوکھکر
مرض کونسا تجکو عارض ہوا — دیا جسنے یہ حال تیرا بنا

کہا اُسنے ای مادر مہربان — کہے حال کیا اپنا یہ نیم جان
نہین مجکو کوئی مرض ظاہرا — مگر میرا جاتا ہی دل ڈوبتا

طبیعت کا ہی کچھ عجب میرا حال — مرض نے کیا ہی کچھ ایسا نڈھال
اگر اُٹھکے بیٹھون تو رکجاے دم — گرون کھاکے غش گر چلون دو قدم

نہ تپ ہی نہ پہلو ہی مین درد ہی — خدا جانے پھر رنگ کیون زرد ہی
مرض کا نہین مجکو لگتا پتا — مین حیران ہون مجکو کیا ہوگیا

یہ سنکر لگی رونے مان زار زار — لگاکر گلے سے کیا خوب پیار
منگا کر اُسیوقت اک پالکی — ہنی جان بیٹی کو گھر لے گئی

پچھپر کھٹ مین جاکر لٹایا اُسے — بلا ڈاکٹر کو دکھایا اُسے
پلانے لگی جب وہ اُسکو دوا — تو اسکا مرض اور بڑھنے لگا

ہنی جب بہت اُسکی حالت بُری — تو ہمراز اک آکے کہنے لگی
خدارا ذرا آنکھ تو کھولیے — کرم کیجیے منہ سے کچھ بولیے

محبت مین ہوتی ہی آہ و فغان — تعجب ہی کی بند تونے زبان
ہمین بھی تو کچھ حال اپنا بتا — بتا جی پہ تیرے گذرتی ہی کیا

یہ سنکر دیا یون پری نے جواب — کہے آپ سے کیا یہ خانہ خراب
نہین عشق سے واقفی کچھ مجھے — نہین اسلیے لب پہ نالہ مرے

نہین جانتی آہ کیسے ہین دن — محبت مین مین تو گرفتار ہون
بتاؤن تمھین کیا طبیعت کا حال — ہوئی ہجر مین زندگی بھی وبال

ہین الفت کے جو شخص مارے ہوئے — کنارے پہ رہتے ہین وہ گور کے
اگر مین ہی ایسی ہون کچھ سخت جان — وگرنہ محبت مین جینا کہان

اگر رشتۂ زندگی جاے ٹوٹ — تو اس سخت آفت سے مین جاؤن چھوٹ
مجھے موت ہو زندگی سے بھلی — کہ بیزار ہی زندگانی سے جی

نہین ہی کسی سے مجھے کچھ گلا — نصیبا ہی اُلٹا ہی اپنا بُرا
کرے تو اگر میرے حق مین بھلا — تو ہو اس سے پیدا نتیجہ برا

دوا نے مجھے دیکھا جب کچھ اُداس — گئی میری خاطر سے وہ اُسکے پاس
مرے حال پر رحم آیا اُسے — مرا حال جاکر سنایا اُسے

ہوئی اُسکی کوشش نہ کچھ کارگر — نصیحت نے اُلٹا دکھایا اثر
لیا اُسنے بالکل ہی منہ مجھسے موڑ — دیا بولنا تک بھی ظالم نے چھوڑ

ہوئی مہربان مجھپہ جب میری ما — تو معشوق سے ہوگئی مین جدا
گیا ساتھ جس روز سے اُسکا چھوٹ — گئی وصل کی آس بالکل ہی ٹوٹ

نہ تھی گرچہ امید کچھ وصل کی — اُسے آنکھ سے دیکھتی تو مین بھی
اب آتی نہین ہجر مین نیند بھی — کہ دیکھون اُسے خواب ہی مین کبھی

اگر خواب مین آنکھ اُس سے لڑے — تو میرے کلیجے مین ٹھنڈک پڑے
نظر کوئی آتا نہین یان مجھے — ہنی جان سے جاکر جو اُنکے کہے

عبث اسکا کرتے ہو کیون تم علاج — دوا کی نہین اسکو کچھ احتیاج
یہ وہ درد ہی گر کرے گی دوا — ترقی پکڑتا چلا جاے گا

دوا نے جو تاثیر کی تو یہ کی — کہ اب جلنے بھرنے سے بھی گئی
مگر کون ہی جو یہ اُنکو سناے — غرض کسکو ہی گالیان کون کھاے

اگر ہان مری شرم ہوجاے دور — تو بیشک مین اسنے کہون یون حضور
عبث آپ کرتی ہین میرا علاج — مرض کو تو دیکھو یہ ہی لاعلاج

مجھے فائدہ کچھ نہ دیگی دوا — مجھے ہوگیا ہی مرض عشق کا
فسون لاکھ مجھپر کرین آپ دم — ولیکن نہو گا مرض میرا کم

دوا اسنے دکھلایا اگرچہ اثر — ہوا یا کوئی ٹوٹکا کارگر
ہوئی کچھ بھی تاثیر یا سحر کی — تو پھر مین نہ زندہ رہونگی کبھی

وہاں اسکی دشمن بھی تھی اک پری	قدیمی وہ تھی اُسکی آتون جی
غرض جب وہ باتین یہ سب سن چکی	نبی جان سے جاکے کہنے لگی
جسے تو سمجھتی ہی بیمار ہے	ہوا عشق کا اُسکو آزار ہی
وہ اک آدمی زاد پر ہی فدا	پلاتی ہو ناحق اسے تم دوا
اگر چاہتی ہو کہ آرام ہو	تو اسکے مرض کی دوا اسکو دو
اسے شربت وصل مطلوب ہی	دوا اسکے حق مین یہی خوب ہی
یہ سنکر اُسے آگ سی لگ گئی	لگی جل کے غصہ سے کہنے پری
خیال اُسکو آیا نہ ناموس کا	دیا سب کی عزت کو بٹا لگا
کہیگا ہر اک سنکے مجکو بُرا	بس اب منہ دکھاؤں کسی کو مین کیا
کہا سُن مری بات بہر خدا	زیادہ نہ بیٹی پہ ہو تو خفا
اُسے ملکے ہم آج سمجھائینگے	اسے راہ پر آج لے آئینگے
جسے لوگ کہتے ہین دیوانگی	حقیقت مین ہی وہ جوانی نئی
یہ مانا ہوئی اب سیانی ہی یہ	مگر مقتضائے جوانی ہی یہ
کہونگی نہ کچھ تیری شاگرد سے	مگر آدمی سے ہی نفرت مجھے
پرستان مین اسکا کیا کام تھا	یہان کس طرح اسکا آنا ہوا
کھڑی ایک غماز بھی پاس تھی	جسے آفت جان سے تھی دشمنی
سنو تو پتا مین بتا دون تمھین	چلو ساتھ گر تو دکھا دون تمھین
پری کو وہ جب ساتھ لیکر گئی	تو وان جاکے کیا دیکھتی ہی پری
بکھیرے ہوئے اپنے ہین سر کے بال	تب غم سے ہی رنگ فق جی نڈھال
خدا نے عجب یہ بنائی ہی چیز	حقیقت مین ہی حسن ہر دلعزیز
نظر حسن کی جب کچھ آئی بہار	نبی جان کا دل ہوا بیقرار
بنا تھا اگرچہ بُرا اسکا حال	مگر یک بیک اسکو آیا خیال
نبی جان گھبرا کے اس سے کہا	ڈری وہ ہوا ہی یہی مردوا
کھڑی تھی وہ پردہ کے پیچھے چھپی	کہا اُسنے جو کچھ وہ سنتی رہی
سمایا ہی کیا تیرے دلمین خیال	نہین تجکو معلوم بیٹی کا حال
کیا عشق نے تیرا برباد گھر	تجھے اسکی ابتک نہین کچھ خبر
سمجھتی ہو تم جس دوا کو مفید	کرے گر ضرر تو نہین کچھ بعید
ضرورت نہین اسکو گلقند کی	کھلا اسکو سیب ذقن اے پری
میسر اگر وصل دلدار ہو	تو اک دم مین سب دور آزار ہو
کیا ہائے کمبخت نے کام کیا	ہوئی عشق انسان مین وہ مبتلا
ابھی زہر تھوڑا سا منگواؤنگی	اُسے دونگی اور آپ بھی کھاؤنگی
بہت ہی خفا جب ہوئی وہ پری	گری اُسکے قدمون پہ آتون ہی
تری آفت جان ہی بچی ابھی	سمجھتی نہین وہ بُری اور بھلی
پری کی ابھی ہی جوانی نئی	بُرائی بھلائی نہین سوچتی
کرو دلمین انصاف سے کچھ خیال	جوانی مین ہوتا ہی اکثر یہ حال
پری سُنکے اس بات کو ہنس پڑی	کہا تیری خاطر سے آتون جی
بتا مجکو اس مردوے کا پتا	اسے مین بھی دیکھون وہ ہی کون سا
عداوت مرے ساتھ تھی اسکو کیا	جو دی خاک مین میری عزت ملا
شکایت کا جب اُسکو موقع ملا	تو یون باندھکر ہاتھ اُسنے کہا
یہانسے نہین کچھ وہ مردود دور	چلین باغ تک ساتھ میرے حضور
کہ اک آدمی با دل دردناک	پڑا تھا یہ بیٹھا ہوا سر پہ خاک
کسی سوچ مین سر جھکائے ہوئے	زمین پر ہی آنکھین لگائے ہوئے
وہ تھی گرچہ بڑھیا بڑی عمر کی	مگر دیکھا اسکو غش کر گئی
بہانہ سے منہ دیکھنے کو بڑھی	کئی بار قربان اسپر ہوئی
مرے ساتھ مین اور ہی اک پری	کہین وہ یہ حالت نہو دیکھتی
خدائی کی شہدی تھی وہ چھوکری	پری سے وہ یون ہنسکے کہنے لگی

مین سنتے گئی ہان ہی زری
اسی پر ہی بنی فدا آپ کی

محبت پری نے جو ایسے سنی کی
حقیقت مین تھی وہ معصر بڑی

اسے حسن پر دہ خدا نے دیا
خجل چاند ہی چودھوین رات کا

کسی اور کے سر پہ نہ آئے یہ پڑ
لٹا کے کہین گھر کا گھر ہی بگڑ

اگر چھوڑ دون مین اسے بے سزا
تو سنکر کہین گے مجھے لوگ کیا

اڑائینگے سب ہنسکے یون مین مجھے
لگائینگے دشمن سب قہقہے

وہان دیو بھی پاس تھا اک کھڑا
نبی جان اس دیو سے یون کہا

اسنے پہلے پتھر کا دسے لو بنا
فلاسنے جزیرہ مین پھر لیکے جا

پری سے یہ اُس دیو نے جب سنا
دیا اُسکو پتھر کا پتلا بنا

سنی آفت جان نے جب یہ خبر
گئی اُسکے دل پر قیامت گذر

کہا دیکھکر نبض آتون نے
سمجھے نہ اب آپ زندہ اسے

رہا اسمین پہلے ہی تھا کچھ نہ دم
شب و روز کھاتی تھی یہ رنج و غم

غرض جب یہ آتون جی نے کہا
پرستان مین شور و غل مچ گیا

ہوا لونڈیون کا عجب سی حال
خواصین لگین نوچنے سر کے بال

کہا جلد اب گورکن کو بلاؤ
نہ دیر ہو جاؤ کفن جلد لاؤ

غرض دیکھے جب غسل فارغ ہوئے
اٹھاکر جنازے کو وہ لے چلے

کفن پھاڑکر یون پری نے کہا
مین حیران ہون تمکو کیا ہوگیا

یہ آواز سنکر تعجب ہوا
جنازہ زمین پر وہین رکھ دیا

تو کیا دیکھتے ہین کہ وہ ماہرو
تعجب سے تکتی ہی ہر ایک ہو

بیٹھی اس سے بدتر کوئی اور تھی
بہت ہی بری چیز یہ عشق ہی

یہ سب کہتے ہوئے جبکہ یان کو سنا
تو یون متفق ہوکے سب نے کہا

سنو دہ ز ہندوستان نازنین
میان شبستان چو روشن نگین

ترا خود بہ بیدہ درون غم نیست
پدر را بہ نزدِ تو آدم نیست

اسے دیکھیے پاس جاکر ذرا
عجب حسن ہے اسکو حق نے دیا

ہوا جسکو پیدا ر اسکا نصیب
اُٹھی وقت بس بنگیا وہ قریب

پھنسی آفت جان تو تھی ہی گر
مجھے اور ہی ہوگیا آج ڈر

یہ فقرہ پری سنکے شرما گئی
مگر دل مین پھر سوچنے یون لگی

ہر اک مجھسے ہنسکر کہیگا یہی
بڑھاپے مین کیون عقل ماری گئی

خبر جب سنینگی یہ آتون جی
تو جیتا ہی مجکو نگل جائینگی

ادھر آ پکڑ ہاتھ اس مرد کا
محبت کا اسکو چکھا دے مزا

کسی پیچ بن وان اسے قید کر
رہے یا ہی بیچ مین عمر بھر

کیا کچھ نہ ظالم نے خوف خدا
اسے بند اک بیچ مین کر دیا

گری کھا کے غش خاک پر وہ پری
بدن پڑ گیا سرد کیا رگی

نہین اسمین اب کچھ بھی باقی رہا
نہین یہ پری ڈھیر ہی خاک کا

خبر دفعۃً آج جو یہ سنی
جگر پھٹ گیا غش ہوا مر گئی

لگین پیٹنے رونے ہمجولیان
گری خاک پر ہوکے بیہوش ہان

بنی جان جب خوب رو دھو چکی
تو کی فکر تجہیز و تکفین کی

کرو جلد بہر خدا اہتمام
نہ دیر ہونے کو آئی ہے شام

جنازہ لیا دوش پر جب اٹھا
تو کچھ آفت جان کو ہوش آگیا

کہان کو مجھے لیکے ہو تم چلے
مین جیتی ہون جیتا نہ گاڑو مجھے

اٹھاکر وہ پردے کو تابوت کی
لگے غور سے دیکھنے جب اسے

لیا جھٹ کلیجہ سے مان نے لگا
بہانے لگی اشک اور یون کہا

ہزارون کے سر پر یہ لایا بلا
دبے خاک مین سیکڑون گھر ملا

گرای افسر بانوان جہان
سرافراز دختر میان جہان

بہ بالاے تو در چمن سرو نیست
چو رخسار تو تابش بدر نیست

ہمین ای پری اپنا دشمن نہ جان
جو ہم تجھسے کہتے ہین سُن اسکو مان

یہ مانا کہ ہے عشق میں دل لگی مگر تلخ دیتا ہے کر زندگی
محبت میں ہوتا ہے جو مبتلا نہ رہتا ہے گھر کا نہ وہ گھاٹ کا
سنا کیا نہیں قیس کا تمنے حال ہوا عشق میں اسکو جینا محال
نہو جسکو احباب کا کچھ خطر نہو جسکو کچھ جان و عزت کا ڈر
مگر شاہزادی ہے تو ای پری نہیں بات یہ تیرے حق میں بھلی
خدا نے دیا تجکو عقل و شعور محبت کو کردے تو اپنے سے دور
یہ سنکر لگی کہنے اُسنے پری مذمت بڑی عشق کی تمنے کی
مگر مجکو افسوس ہے اب یہی بیان تمنے خوبی نہ کی ایک بھی
محبت میں کچھ بھی برائی نہیں لگا کر ذرا دیکھو لو دل کہیں
جو جی چاہے تم عاشقوں کو کہو کہو بادلا قیس و فرہاد کو
یہ کیا کچھ ہے کم فائدہ عشق کا کہ مرکر بھی نام اُنکا زندہ رہا
نہ مانونگی میں ایک تم سو کہو بناؤ نہ باتیں بس اب چپ رہو
اگر عشق میں جو گرفتار ہیں کسی مہ جبیں کے طلبگار ہیں
مجھے خیر ہی بحث ہے اس سے کیا کہا آپ نے جو وہ ہے سب بجا
کبھی اب کسی پر مرونگی نہیں محبت کسی سے کرونگی نہیں
کوئی ایسی تدبیر دو اب بتا کہ جس سے ملے مجکو اسکا پتا
جو دشمن ہوں دن ہوں انکو نصیب ملے جلد ہمسے ہمارا حبیب
نصیحت تو بس ہو چکی کارگر مجھے ہو گیا اور ہی آج ڈر
مناسب ہے اب قید اسکو کروں نکلنے اسے گھر سے باہر نہ دوں
نہ ٹھہری وہاں پھر زیادہ پری اُسیوقت گھر کو روانہ ہوئی
نہ بھاتا تھا کھانا نہ پینا اُسے ہوا غم میں دشوار جینا اسے
رہی جب نہ طاقت اسے ضبط کی تو آتوں جی سے وہ کہنے لگی
ستاتی ہے مجکو بہت مامتا ذرا اپنے چھاتی سے آؤ لگا

پلاتا ہے عاشق کو خون جگر رُلاتا ہے خون اسکو آٹھوں پہر
پھر آخر پکڑ سر کو رہتا ہے وہ غم و رنج میں جان کھوتا ہے وہ
ستاتا نہ یہ عشق اسکو اگر تو فرہاد کیوں پھوڑتا اپنا سر
وہ بیشک کسی سے محبت کرے جسے اسکا جی چاہے اپنے مرے
نماند دگر عفت اندر جہان چو بدکاری آید ز دختِ شہان
جو کچھ ہمنے کہنا تھا سو کہدیا سمجھ اپنا اب تو برا اور بھلا
نہ رکھی کوئی بات تمنے اُٹھا نہ کہنا تھا جو تمنے وہ بھی کہا
کہی وہ نہ مطلب کی جو بات تھی نہ کی ایک بھی بات انصاف کی
جنھیں عیب سمجھے ہو تم سر بسر حقیقت میں وہ ہیں یہ سب ہیں ہنر
تہِ خاک گو ہو چکے وہ تمام مگر آج تک اُنکا باقی ہے نام
کرو غور اپنی طرف اب ذرا کہو کون ہے آپ کو جانتا
یہ مانا کہ ہنستے ہی میں ہے مزا خدا تم کو ہنستا ہی رکھے سدا
انھیں ہم تو رونے ہی میں ہے مزا نہیں انکو لگتا ہے ہنسنا بھلا
خدا تجکو نیکی کی توفیق دے رہِ راست کی وہ ہدایت کرے
مگر سر پہ ہے جو بلا آ چکی ہوئی ہے نہ یہ دور ہوگی کبھی
یہی مانگتی ہوں خدا سے دعا یہی ہے شب و روز اب التجا
یہ سنکر بنی جان نے اسنے کہا نصیحت نہ مانے گی یہ بیحیا
کہ جب اسمیں طاقت ذرا آئیگی تو یہ اپنے گھر سے نکل جائیگی
غرض لے کے زنجیر اک نقرئی بنی جان نے پانوں میں ڈالدی
برا چونکہ دیکھا تھا بیٹی کا حال لگا رہنے ہر دم اُسی کا خیال
یہ سچ ہے بری آگ ہے پیٹ کی لگی غم میں گھل گھل کے مرنے بنی
چلو چل کے بیٹی کو دیکھیں ذرا بنا قید میں اسکا ہے حال کیا
مناسب نہیں گرچہ جانا مرا مگر کیا کروں دل نہیں مانتا

غرض لیکے آئون کو جب پری
گئی اسجگہ وہ جہان تیرہ تھی

تو کیا دیکھتی ہے کہ بیٹھی ہوئی
وہ ہے آفت عشق کی جھیلتی

لبون پہ کبھی آہ و فریاد ہے
کبھی شکوہ چرخ بیداد ہے

کبھی ہو کے حیران تکتی ہے وہ
کبھی منہ سے بیہودہ بکتی ہے وہ

پڑی مان چہ جب اُس پری کی نظر
چلی پیشوائی کو وہ دوڑ کر

دیا اُسنے تعظیم کو سر جھکا
گلے سے لیا اُسکو مان نے لگا

کہا اُس سے آئون نے اے پری
تری عشق مین تیری حالت بنی

ذرا حال اپنا سنا تو ہمین
گذرتی ہے کیسی بتا تو ہمین

کہا اُسنے تمسے مین آپسے کیا کہون
مراسات دن زور پر ہے جنون

بنا کام کچھ بھی نہ تدبیر سے
جنون بڑھ گیا شور زنجیر سے

شب و روز گو خون پیتی ہون مین
مگر آجتک پھر بھی جیتی ہون مین

تصور مین زلف و رخ یار کے
گذرتے ہین دن عاشق زار کے

نہین آنکھ لگتی ہون جب بند کر
تو آتی ہے اس بت کی صورت نظر

نہین اب رقیبون کا کچھ مجکو ڈر
اب آ سنئے کیا ہے مرے دلمین گھر

نہ ہوتا اگر مجکو یہ مشغلا
تو پھر زندگی مین نہ تھا کچھ مزا

محبت مگر چیز ایسی نہین
کہ ہو جس سے انسان اندوہگین

جو گھبرا کے بیکار بیٹھے ہوئے
تو بہلاؤ دل اپنا سر پیٹ کی

اُڑاؤ گریبان کی دھجیان
کرو شور و فریاد آہ و فغان

غرض عشق مین دلگی کے لیے
ہزارون ہین آئون جی مشغلے

بڑا تمنے مجپر یہ احسان کیا
گلے مین مرے طوق پہنا دیا

رہائی ہے مجھے دشمنون سے ملی
ملامت زیادہ نہ سننی پڑی

محبت کا بھرتے تھے پہلے بھی دم
مگر اس سے چندان نہ واقف تھے ہم

گلے مین مرے طوق جب سے پڑا
تصور زیادہ گیسوے یار کا

چڑھا جب سے اس مارگیسو کا زہر
تو اٹھنے لگی اور ہی دلمین لہر

جنون اسقدر رفتہ رفتہ بڑھا
گیا رنگ ٹہ رونگٹے مین سما

لگی سوجھنے اب مجھے دور کی
غرض اب مین اس فن مین کامل ہوئی

یہ سنکر لگی کہنے آئون جی
کہی تونے جو بات سچی کہی

محبت ہے وہ چیز اے نازنین
کہ اس سے کوئی دل بھی خالی نہین

برا عشق کو مین نے کسدن کہا
کہا ہو تو توہی بتادے ذرا

ارے عاشقون کا ہے رتبہ بلند
سمجھتے ہین اس بات کو عقلمند

مناسب نہین ہے پری کو مگر
کہ وہ یون مرے آدمی زاد پر

کہان وہ بشر اور کہان تو پری
اری کیون تری عقل ماری گئی

پریزاد سے عشق کرتی اگر
تو آتی نہ پھر یہ بلا تیرے سر

برا کوئی بھی پھر نہ کہتا تجھے
اُڑاتی مزے وصل دلدار کے

مزا خوب دیتی تجھے تیری چاہ
نہ جان کرتی برا اُس سے بیاہ

مگر حیف وہ کام تونے کیا
ہوئے جس سے احباب تیرے خفا

جوانی کے دن پھر نہ ہاتھ آئینگے
غم و رنج مین جب گذر جائینگے

بڑھاپے مین گر وصل حاصل ہوا
تو کیا خاک آئیگا تجکو مزا

ذرا غور اب دل مین اپنے کرو
بشر اور پری سے وہ ہم صحبت ہو

پری نور کی آدمی خاک کا
بری سے بھلا اسکو نسبت ہے کیا

نہ ہی باعث آفت جان نہ کر
پری ہو کے انسان پر تو نہ مر

نہ کر نام بدنام مان باپ کا
نہ تو اپنی عزت کو بٹا لگا

یہ سنکر کہا آفت جان نے یون
بڑی آپ ہین آپ سے کیا کہون

کوئی اور ہوتی تو دیتی بتا
مگر کیا کہون تمسے اسکے سوا

خدا نے خلیفہ ہو جسکو کیا
تعجب ہے تم اسکو سمجھو برا

خدا جسکو اشرف کہے اے پری
برا اسکو کیونکر کہے پھر کوئی

بھلا آپ یہ تو بتائیں مجھے
ہمارے پیمبر جو تھے کون تھے
فرشتوں نے تھا جسکو سجدہ کیا
وہ معلوم ہے آپ کو کون تھا
خدا نے کہا کسکو اپنا حبیب
ہوا کسکو معراج کیلئے نصیب
ہوئے جتنے دنیا میں پیدا نبی
پر ایسا داماں میں نہ تھا ایک بھی
فضیلت میں جب بڑھکے ہو آدمی
کرے فخر کس بات پہ پھر پری
زیادہ زبان اب نہ کھلوائیے
ورایاں سے تشریف لیجائیے
اگر میرے منہ سے نکل کچھ گیا
تو پھر آپ مانگی نا حق بڑا
یہ سنکر لیا اُسنے تو سر جھکا
نبی جان کو غصہ مگر آگیا
کہا کیا ہے تو ہی بڑی عقلمند
ہمارا جو کرنے لگی حلق بند
کہا تو نے جو آج آتون سے
یقینا یہی کل کہیگی مجھے
بڑوں کا نہ کچھ بھی رہا تجکو ڈر
اٹھا کر انھیں رکھدیا طاق پر
مرے روبرو جب یہ ہے گفتگو
تو غیبت میں سو ہی سنائیگی تو
زبان ہوگئی تیری دس ہاتھ کی
جو کچھ جی میں آیا وہ بکنے لگی
خفا آفت جان یہ ہوتی تھی مان
ملاتی تھی آتون بھی بات ہین ہان
غرض اُسنے جب پاس سے دی لگا
بھڑک اسکا غصہ زیادہ گیا
پڑھا سحر ایسا کہ وہ گلبدن
گئی پاس سے تا ناف پتھر کی بن
کہا دیو سے ہے وہ جوگی جہان
اسے بھی اٹھاکر تو لیجا وہان
اسے بھی اسی برج میں قید کر
یہ آسکے نہ پائے کبھی پھر ادھر
کرے زندگی رنج و غم میں بسر
وہیں یہ بھی مرجائے سر پھوڑ کر
یہ سنکر سے دیو اک لے اڑا
لیا پاس اس بت کے جاکر بٹھا
پڑی جبکہ اس بت پہ اسکی نظر
لگی کرنے آہیں وہ خستہ جگر
ہوا دور سب دل سے صبر و قرار
لپٹ کر لگی رونے وہ زار زار
بیان اب میں آگے کروں اور کیا
قلم کا جگر غم سے پھٹنے لگا
مناسب نہیں دوں میں اب اسکو طول
سنینگے جو اسکو وہ ہونگے ملول
کدھر ہے تو اے ساقی خوشخصال
مٹا دے مرے دل کا رنج و ملال
وہ دے دے برائے خدا آن کر
کہ انگور بھر لائے زخم جگر

پہونچنا جان نثار کا جزیرہ سیاہین اور رہائی اسیران بلا کی رسائی آہ نارسا کی

غرض قید سے کس طرح شہریار
ملا شاہ سے کس طرح جاں نثار
سبب اسکا صغرٰی نے ہے یون پوچھا
کہ جب غش سے اسکو افاقہ ہوا
تو پھر دیکھتا کیا ہے وہ جان نثار
نہ ہے وہ پری اور نہ ہے شہریار
کہا اُسنے ہے یہ غضب ہوگیا
جدا ہوگیا مجھسے آقا مرا
لوٹا کر اسے لیگئی وہ پری
نظر پھر آتی نہیں جان کی
وہ ہے آپ ہی رنج میں مبتلا
پری سے بھلا ہے غرض اسکو کیا
بسی اسکے دلمیں ہے وہ نازنین
اسے دین و دنیا سے مطلب نہیں
اگرچہ جو پریاں ہیں شہوت پرست
لٹے ہیں جوانی کی ہوتی ہیں مست
نظر آئیگا جب یہ بانکا جوان
تو پھر ہوش قائم رہینگے کہان
فدا شاہزادہ پہ ہوگی پری
کریگی وہ پھر آرزو وصل کی
نہ مانا اگر اُسنے اسکا کہا
تو ہوگا بہت اسکے حق مین برا
عجب حضرت دل کا ہوتا ہے حال
کبھو لاکھ کرتا نہیں کچھ خیال
کسی پر یہ جب آگیا ایک بار
پھریگا نہ ہرگز کہو تم ہزار
اگر مل گیا دلربا با وفا
تو حاصل ہوا لطف کچھ وصل کا
وگر نہ شب و روز کھا کھا کے غم
اٹھا کر محبت میں جور و ستم
فنا ہوگیا خاک میں مل گیا
محبت کا حاصل ہوا یہ مزا
طبیعت کا جب عشق میں ہو یہ حال
تو پھر غیر کا کس طرح ہو خیال
پری تو ہے کیا حور بھی ہو اگر
نہ بولیگا منھ سے وہ نوشہ مگر

اگر وصل کا وہ کریگی سوال   تو ہوگا بہت اسکو اس سے ملال
یہ مانا فدا اسپہ ہو وہ پری   لگاویگا لیکن نہ دل پر کبھی

پڑا مجکو اس بات کا اب ہے ڈر   ہوئی اسکے ماں باپ کو گر خبر
تو وہ باپ سے شہر جا پینگے سر   کہیں گاڑ دینگے اسے مار کر

گئی اسطرح سے اگر اسکی جان   اسے جاکے ڈھونڈھونگا میں پھر کہاں
دکھاؤنگا منہ کسطرح جاکے گھر   سناؤنگا کیا انکو جاکر خبر

غرض دین و دنیا سے میں تو گیا   نہ گھر کا نہ باہر ہی کا میں رہا
خدا جانے اب پیش آئیگا کیا   مقدر مجھے اب دکھائیگا کیا

ہوا اسکا دل جب بہت بیقرار   ندا غیب سے آئی اے جان نثار
ذرا ہوش میں آ ہوا تجکو کیا   ترا اسنا ہزادہ نہیں باؤلا

وہ دیکھیگا جب جنت ہی مقام   تو بہتری سے اپنا نکالیگا کام
خدا نے اسے بھی تو ہے عقل دی   سمجھتا ہے وہ بھی بُری اور بھلی

سوا اسکے ہے بات اک اور بھی   پری وہ جو عاشق ہوا اسپہ ہوئی
ہوا اسکی صورت سے ظاہر مجھے   کہ واقف ہے وہ عشق کی رسم سے

سنا ہمنے عاشق نہ ایسا کوئی   کہ جسنے جو معشوق کی دلدہی
وہ اور اسکو تکلیف پہونچائیگی   گماں سے وہ ایسا بھگا لائیگی

تجھے عشق کی کچھ نہیں ہے خبر   عجب اسکا ہوتا ہے دل پر اثر
اگر سنگدل کے کرے دلمیں گھر   تو دے اسکو اکدم میں موم کر

یہی ہے جو نخوت کو کرتا ہے دور   یہی ہے وہ جو توڑتا ہے غرور
اسی عشق کی یہ کرامات تھی   کہ شیریں کی فرہاد نے جان لی

یہ سنکر اسے کچھ تسلی ہوئی   چلا واں سے اور راہ جنگل کی لی
بھرے دلمیں تھے اسکے حرمان و یاس   نہ تھی راحت جاں کی ملنے کی آس

کبھی اسکو تنہائی کا تھا خیال   کبھی تھا جدائی کا اسکو ملال
زباں پر کبھی آہ و فریاد تھی   کبھی دلمیں احباب کی یاد تھی

وہ جنگل بھی تھا اسقدر پر خطر   کہ شیروں کا پھٹتا تھا ڈر سے جگر
کئی دن سے کھانا جو کھایا نہ تھا   ہوا بھوک سے حال ضعیف کا

سہارے سے بھی گر ہوا وہ کھڑا   تو غش کھاکے فوراً وہیں گر پڑا
مگر وہ غم و رنج کھاتا ہوا   صعوبت مصیبت اٹھاتا ہوا

بنا جس طرح سے چلا ہی گیا   کھڑا وہ کہیں بھی نہ دم بھر ہوا
کیا اسطرح جب کئی دن سفر   پہاڑی اسے ایک آئی نظر

بڑھا کر قدم اسکے اوپر چڑھا   کیا رات کو اس جگہ بسترا
درندوں کا جنگل میں تھا جو کہ ڈر   نہ سویا رہا جاگتا رات بھر

نہ بولا نہ کھایا نہ دم ہی لیا   چھپا ایک پتھر کے پیچھے رہا
گئی رات جسدم بہت سی گذر   قریباً ہوا جبکہ پچھلا پہر

تو آواز اک درد و غم کی بھری   کسی سمت سے اسنے آتی سنی
دھڑکتا تو دل اسکا پہلے ہی تھا   اسے سنکے وہ اور بھی ڈر گیا

مگر پھر جو آیا کچھ اسکو خیال   لیا اسنے جلدی سے دل کو سنبھال
کہا دل سے اے دل ہوا تجکو کیا   ارے جان دینے سے کیوں ڈر گیا

نہ دی جان گر تو نے مردانہ وار   کہیگا تجھے کون پھر جان نثار
اگر جان لوں اب جرائیگا تو   تو پھر دو دن میں کیا منہ دکھائیگا تو

غرض ہوش اسکے ہوئے جب بجا   تو وہ غور سے اسکو سننے لگا
سنا تو یہ معلوم اسکو ہوا   کہ ہے سرد آہیں کوئی بھر رہا

یہ تھا خود بھی صدمہ اٹھائے ہوئے   کلیجہ یہ تھا چوٹ کھائے ہوئے
غضب کر گیا نالۂ دلخراش   ہوئے سنکے دل اور جگر پاش پاش

کہا حضرت دل نے اے جان نثار   یہ بھرتا ہے آہیں کوئی دلفگار
یہ ہے جان سے تنگ آیا ہوا   کسی کا ہے بیشک ستایا ہوا

تو رہا پاس چلکر سنو صاحبا
کہ اس شخص کے دل پہ گذری ہے کیا

اگر کچھ زبانی ہی سمجھا سکینگے
طبیعت ہی ہم اپنی بہلا سکینگے

غرض دل میں یہ سوچکر وہ اٹھا
چلا جس طرف تھا کوئی رو رہا

لیکن تھا اگر اٹھا کہیں گر رہا تھا
اٹھاتا قدم اسکو دشوار تھا

مگر دل کی ہوتی ہے چیتک سی
جو کچھ اسپہ گذری وہ اسنے سنی

اسی میں سے آتی وہ آواز تھی
جسے سنکے جاتی تھی چھاتی پھٹی

ہر اک دیو دشمن ہے انسان کا
مناسب نہیں اسکا کرنا رہا

اگر آ گئی کوئی تازہ بلا
تو پھر پھر کے لیے میں گیا

وہ جب سوچکر یہ وہاں سے ہٹا
تو وہ دیو یوں اس سے کہنے لگا

مری تو نے کیوں دستگیری نہ کی
سنی کیوں نہ فریاد مظلوم کی

اگرچہ نہیں میں تری قوم کا
مگر رحم کرنا نہیں کچھ برا

دل و جان سے خدمت بجا لاؤنگا
کبھی کام تیرے میں آ جاؤنگا

نہ مانونگا میں گو کہے تو ہزار
سمجھتا ہوں میں یہ ترا انکسار

کہا اسنے ہرگز نہ کر یہ خیال
نہ پہونچیگا مجھسے تجھے کچھ ملال

نہ ہوتا اگر رحم دل میں مرے
نکالا نہ جاتا پرستان سے

اگر سنکے کچھ رحم آئے تجھے
تو کرنا رہا قید سے تو مجھے

یہ سنکر اسے رحم کچھ آ گیا
گیا پاس شیشہ کے اور یوں کہا

کہا اسنے سنیے سناتا ہوں میں
جو گذرا ہے مجھپر بتاتا ہوں میں

بخوبی یہ معلوم ہوگا تجھے
نہیں کچھ بیان کی ضرورت مجھے

گذرتا نہیں وقت بے دل لگی
شب و روز رہتا ہے ٹھٹھا ہنسی

خدا جسکو دیتا ہے حسن و جمال
یہی اسکو رہتا ہے ہر دم خیال

غرض جبکہ ہوئی آفت جان جوان
ہوا شیفتہ اسپہ سارا جہان

پرستان میں کوئی ایسا نہ تھا
نہ تھا اسپہ سو جان سے جو فدا

یہ مانا کہ کچھ کر سکیں گے نہ ہم
ستاتا نہیں کوئی بیجا بھی غم

نہ ہوگا نہیں اس سے کچھ فائدہ
مگر کیا کریں ہے یہی قاعدہ

شب تار اور پھر وہ کوہ بلند
مصیبت ہوئی راستہ کی دو چند

یہ ڈر تھا اگر پاؤں جائے پھسل
تو ایسا نہ ہو آ رہوں منہ کے بل

بڑھا جب وہ کچھ دیکھتا ہے وہ کیا
کہ اک شیشہ میں ہے اک دیو پڑا

بہت چونکہ تھا وہ جوان ہوشمند
یہ سمجھا کوئی دیو ہے اس میں بند

کیا کچھ اگر رحم اس دیو پر
تو پھر نکلیگا جان کا اپنی ڈر

وہ حسرت یہ ہے دل میں رہ جائیگی
نکلنے نہ پائیگی سمجھائیگی

نہیں کچھ ترے دل میں خوف خدا
کیا قید سے کیوں نہ مجھکو رہا

مری جان پر دیکھ ہے کیا عذاب
چھڑا دے مجھے تو یہ کار ثواب

رہائی اگر قید سے ہو گئی
نہ بھولونگا احسان تیرا کبھی

کہا اسنے تجکو نہیں زینہار
ترے قول اور فعل کا اعتبار

رہا ہو گیا تو اگر قید سے
تو جیتا نہ چھوڑیگا ہرگز مجھے

نہیں رحم دل اور سمجھا کوئی
کسی کو ستایا نہیں میں نے کبھی

مرا پہلے سن لے ذرا ماجرا
کہ اس رحم سے مجھپہ گذرا ہے کیا

وگرنہ ہے حاصل تجھے اختیار
کہیگا نہ کچھ تجھسے یہ دلفگار

کرو حال تم اپنا پہلے بیان
سنیں ہم بھی اب آپکی داستان

پری آفت جان کا خادم ہوں میں
وہ آقا ہے اسکا ملازم ہوں میں

جوانی کا چڑھتا ہے جسدم نشا
بس اس شخص پھر کچھ نہیں سوجھتا

اگرچہ ہوں کہنے کو سب پارسا
نہیں رحم [illegible]

کہ ہوا اسکا پیدا اثر [illegible]
غرض سے بسرتا کہ ہو زندگی

سمجھا دام گیسو کو وہ گلعذار
لگی کرنے لوگوں کے دل کو شکار

مگر سخت مغرور تھی وہ پری
کسی کی طرف دیکھتی بھی نہ تھی

فدا اسپہ لاکھون نے کی اپنی جان
کسی پر ہوئی پر نہ وہ مہربان

کسی کی اُسے لگ گئی بددعا
ہوئی عشق انسان مین خود مبتلا

اُڑا کر اُسے لے گئی اپنے گھر
لگی سامنے رکھنے آٹھون پہر

چھپانے مین کوشش بہت اُسنے کی
مگر بات مان باپ پر کھل گئی

یہ پتھر ہی پاؤن سے تا شکم
وہ سارے کا سارا ز سر تا قدم

بنا آفت جان کا جسدم یہ حال
ہوا دیکھکر مجکو رنج و ملال

مرے جب ٹھکانے ہوے کچھ حواس
تو روتا ہوا مین گیا اُسکے پاس

لگی کرنے کچھ ایسی باتین پری
کہ سنکر جنھین مجکو وحشت ہوئی

وہان اور بھی اک پری تھی کھڑی
مری اُسنے آواز پہچان لی

اُسی دم مجھے قید اُسنے کیا
مجھے میری نیکی کا بدلا ملا

اگر کچھ کیا تو نے خوف خدا
تو ہو جاؤنگا قید سے مین رہا

یہ مطلب کی جب بات اُسنے سُنی
تو کچھ دل مین امید پیدا ہوئی

کہا نام تو مین نہین جانتا
مجھے نام سے اسکے تھا کام کیا

یہ سنکر بہت خوش ہوا جان نثار
کیا سجدۂ شکر پروردگار

کہا دیو سے یہ مجھے تو بتا
گذر اُس جگہ میرا ہو جائیگا

رہائی اگر قید سے پاؤنگا
مین خود تجکو لے کر وہان جاؤنگا

اثر سحر کا اُسسے ہو جائے دور
کرے فضل اُنپر خدائے غفور

سنو مہر حضرت سلیمان کی
ہے اُس بند شیشہ کے منھ پر لگی

غضب کی بھری اُسمین تاثیر ہے
فسون کے لیے تو یہ اکسیر ہے

غرض اسم جو مہر پر تھا کھدا
اُسے یاد اچھی طرح کر لیا

کہا اُسنے یہ آپ کہتے ہین کیا
نہ چھوڑونگا اب ساتھ مین آپکا

کہا اُسنے لیچل مجھے تو وہان
جہان قید ہے عاشق نیم جان

یہ جب اپنے محسن سے اُسنے سنا
اُسی دم وہان اُسکو پہونچا دیا

کسی پر جو کرتا ہے کوئی جفا
تو پاتا ہے اپنے کیے کی سزا

ہوئی مبتلا اسپر ایسی پری
کہ اس سے جدائی گوارا نہ کی

مگر چونکہ مان باپ کا خوف تھا
کسی پر نہ یہ حال ظاہر کیا

انھین خوف ناموس عزت کا تھا
دیا اسلیے اُنکو پتھر بنا

دیا بھیج انھین اک جگہ قید کر
وہین آجتک ہین وہ خستہ جگر

مجھے اسقدر رنج اور غم ہوا
رہے ہوش مطلق نہ میرے بجا

نظر اُسکو جب آئی صورت مری
تو وہ دیکھکر مجکو رونے لگی

گیا سنکے میرا کلیجہ دہل
زبان سے گیا میری نالہ نکل

جو کچھ حال دیکھا تھا اُسنے مرا
تپی جان سے جلکے سب کہدیا

مصیبت مین اب مین گرفتار ہون
کرون کیا بجز صبر ناچار ہون

اگر رحم تو نے نہ مجپر کیا
کسی اور کو بھیجدیگا خدا

کہا اُسنے وہ آدمی کون تھا
بتا تو مجھے نام تھا اُسکا کیا

بلاتی تھی جب آفت جان اُسے
تو کہتی تھی وہ راحت جان اُسے

خوشی سے گیا پھول کیطرح پھول
سفر کی گیا ساری تکلیف بھول

کہا اُسنے سُنکر یہ مشکل ہے کیا
یہان سے نہین کچھ بڑا فاصلا

کہا اُسنے پھر یہ بتا تو مجھے
وہ دونون مصیبت مین ہین جو پھنسے

کہا اُسنے یہ بات مشکل ہے کیا
مین دیتا ہون تدبیر اُسکی بتا

ہے اُس مہر مین ایک آیت کھدی
اس آیت کو تم حفظ کر لو ابھی

اگر پڑھکے تم نے اُسے دم کیا
تو جاتا رہیگا اثر سحر کا

کیا قید سے دیو کو پھر رہا
کہا جس طرف تیرا جی چاہے جا

کہ دو حکم جو وہ بجا لاؤن مین
جہان تم کہو تم کو لیجاؤن مین

یہی رات دن شوق ہے اب مجھے
ذرا اپنی آنکھون سے دیکھون اُسے

کھلا اسطرح سے در برج تھا
کہ ہو جیسے آغوش مشتاق وا

وہ بیچ دیکھا جو اُس نے کھلا
تو بے دغدغہ اُسکے اندر گیا

پڑی عشق کا تیر کھائے ہوئے
تھی خاموش گردن جھکائے ہوئے

سنی اُس نے جب اُسکی آواز پا
لگی تکنے اُسکی طرف سر اُٹھا

اگرچہ نہ کچھ اُس نے منھ سے کہا
مگر اُسکو پہچان فوراً لیا

پڑی کیطرف جب نظر اُس نے کی
تو آئی نظر اُسکی حالت بری

غم و رنج نے دی ہے صورت بدل
ذرا سا ہے منھ اُسکا آیا نکل

نہ سر کا نہ کچھ پانوں کا ہوش ہے
غم دین و دنیا فراموش ہے

تپ غم نے ہے گوشت سب کھا لیا
رگوں میں نہیں نام بھی خون کا

کہا اُس سے جوگن بتا اپنا حال
بکھرے ہیں کیوں تو نے یوں سر کے بال

کہا اُس نے مجھسے نہ کچھ پوچھ حال
ہوا ہے مرا اب تو جینا محال

مسامات سے خون جتنا بہا
بدن پر مرے جا بجا جم گیا

وہ جم کر گیا گیروا کھیس بن
گیا خود بخود جوگیا بھیس بن

بدن پر رگوں کا جو ہے یہ ابھار
یہ زنّار ہیں ایک کی جا ہزار

بندھا اشک خونیں کا ہے یہ جو تار
یہ مونگے کی مالا ہے مونگے کا ہار

یہ کاکل یہ چوٹی یہ زلف دوتا
کہیں خاک میں مل گئے یہ بن جٹا

وہ دل کفر سے جو کہ واقف نہ تھا
بتوں کو اسی دل نے سجدہ کیا

دکھائی یہ دستِ جنون نے بہار
کیے جیب و دامن کے ٹکڑے ہزار

ہوا نے اگر رحم کھا کر کبھی
عنایت مجھے چادر گرد کی

یہ لڑکا تو تھا ہی شرارت بھرا
دیے اشک نے اُسکے ٹکڑے اُڑا

ارادہ یہی دل میں ہے اب کیا
کرے اس ارادے کو پورا خدا

نہ پہنونگی اطلس نہیں گلبدن
ہمیشہ میں رکھونگی ننگا بدن

نہیں ننگ کا اب رہا مجکو پاس
یہی ہے بس اب سب سے عمدہ لباس

نہ میلا کبھی ہو نہ دھبّا لگے
نہ دھونے نہ سینے کی حاجت پڑے

ہمیشہ بدن کے برابر رہے
گھٹے تو گھٹے اور بڑھے تو بڑھے

پسینا گر آئے تو گیلا نہ ہو
اگر کھائے غم تو ڈھیلا نہ ہو

نہ چھٹنے کا خطرہ نہ چرنے کا ڈر
نہ پانی سے اور آگ سے کچھ خطر

اگر اسکو مل مل کے دھوئے کوئی
گر آبِ رواں میں ڈبوئے کوئی

نہ سکڑے نہ سمٹے نہ سلوٹ پڑے
جیسا ہے ویسے کا ویسا رہے

جوانی میں دے لطف تن زیب کا
بڑھاپے میں بن جائے یہ ڈوریا

جسے لوگ کہتے ہیں نورِ خدا
نہیں ہے وہ کچھ اور اسکے سوا

جسے حلۂ نور کہتے ہیں ہم
یہی ہے یہی تیرے سر کی قسم

یہ دیکھو تو خوبی ہے کتنی بڑی
نہیں فکر ہمکو کسی بات کی

نہیں دستِ وحشت کا اب ہمکو ڈر
نہیں ڈھونڈتے ہم کبھی بخیہ گر

اُٹھا ہاتھ پھر جانب شہر یار
کہا آفتِ جان سنئے اے جاں نثار

محبت نے سب کچھ سکھایا مجھے
مرے دل نے سب کچھ بتایا مجھے

غم و رنج دن رات کھاتی ہوں میں
شب و روز آنسو بہاتی ہوں میں

اگر دن کو ہے آہ و زاری سے کام
تو ہے شب کو اختر شماری سے کام

مگر مجکو اب تک نہ آیا وہ فن
کیے میں نے گو سو طرح کے جتن

کہ ہو وصل دلدار جس سے نصیب
جلیں دیکھکر مجکو میرے رقیب

یہ سنکر کہا اُس نے چپ اے پری
یہ باتیں ابھی تو نہیں جانتی

محبت کا کر تو نہ بدنام نام
محبت نہیں کوئی آسان کام

محبت میں کرتا ہے انسان صبر
نہیں کوئی کرتا تعدی و جبر

بھلا تو ہی کہہ مجھسے کھا کر قسم
کیا اپنے پیارے پہ کس نے ستم

کسی نے کسی پر بھی ہے یہ کیا
جو معشوق پر تو نے رکھا روا

تجھے منع میں نے بہت ہی کیا
نہ مانا مگر تو نے میرا کہا

نہ مانے کسی کا کوئی گر کہا
تو ایسی ہی ملتی ہے اُسکو سزا

اُسے تو پھنسایا تھا تو بھی پری — سزا انکو اپنے کیے کی ملی
گیا پاس اور اسم اعظم پڑھا — اثر ہو گیا دور سب سحر کا
کہا آشنا نے اُس سے اے مہرباں — بتا اُدھر سے آج تک تم کہاں
وطن سے ہوا جسکی خاطر جدا — پتہ اُسکا اب تک نہ مجھکو ملا
مجھے ہائے اوروں کی دلگیر پر — رگڑنی پڑی ناک شام و سحر
پہاڑوں سے پھوڑا کیا اپنا سر — مصیبت اُٹھاتا رہا عمر بھر
یہ سنکر کہا اُسنے اے شہریار — سنو تو کرے عرض کچھ جاں نثار
فلک نے تو کچھ بھی نہ کی تھی کمی — مگر میری قسمت زبردست تھی
نظر خواب میں آئے مجھکو خضر — اُنھیں رحم آیا مرے حال پر
نہ ملتا مجھے اسم اعظم اگر — نہ آتا میں یاں اے شہِ نامور
یہ جو کچھ کیا اس پری نے کیا — اُسی کے سبب سے ہوا جو ہوا
کیا آپکے ساتھ اُسنے بُرا — خدا نے اُسے اسکا بدلا دیا
اگر آج مرنے سے بچ گئی — تو کل دیکھ لینا اسے تم مری
یہ تھی کون اُسنے کیا کیا یہ کام — نہ سمجھے تم کوئی اسکے گھر کے غلام
یہ جب شاہزادے نے اُس سے سنا — تو دانتوں میں اُنگلی دبا کر کہا
ذرا دل سے غصہ تو کر اپنے دُور — پری کا نہیں اسمیں کچھ بھی قصور
نہوں ہوش ہی جب کسی کے بجا — تو پھر اُس سے شکوہ ہو کس بات کا
جو ہوتا مرا دل پہ کچھ اختیار — نکلتا نہ میں گھر سے اے جاں نثار
ہے اک بات یہ اور اسکے سوا — نہیں ہے یہ مذہب میں اپنے روا
محبت کے ہیں دام میں جو پھنسے — وہ جیتے ہیں امید کے آسرے
اگر اتنا بھی ہمکو سہارا نہ ہو — تو اک دن بھی جینا ہمارا نہو
نہ ہو اُنسے بڑھکر کوئی بیحیا — نہ ہو باحیا کوئی اُنسے بڑا
نزاکت کا اُنکے کروں کیا بیاں — بھلا ایسے ہوتے ہیں نازک کہاں

یہ سنکر وہ رونے لگی زار زار — یہ آگے بڑھا جانب شہریار
وہ پتھر کا بت آدمی جب بنا — لیا اُسنے چھاتی سے اسکو لگا
تپ غم نے اپنا بنایا یہ حال — گیا خواہش وصل میں جی وصال
عزیزوں سے اپنے جدائی ہوئی — ولیکن نہ اُس تک رسائی ہوئی
سہے اسقدر میں نے رنج و محن — کلیجہ گیا میرا پتھر کا بن
ملا مجھکو اب تک نہ پیارا مرا — نہ پایا مزہ آج تک وصل کا
جدا آپ سے جب یہ خادم ہوا — کہے کیا جو کچھ اسپہ آئی بلا
نصیبوں میں دیدار تھا آپکا — گئی ٹل جو آئی تھی سر پر بلا
دیا اسم اعظم اُنھوں نے سکھا — کہا اب نڈر جس طرف چاہے جا
اگر لو چھپے سچ تو ہم یوں تھا — مقدر کا مجکو نہیں کچھ گلا
نہ ہوتی اگر یہ [illegible] مبتلا — تو سر پر ہمارے نہ آتی بلا
لبوں پر اب آئی ہوئی جان ہے — فقط ایک دو دن کی مہمان ہے
میں لوں اُس سے بدلا اگر حکم ہو — ابھی پھونک دوں سب پرستان کو
بھلا دل میں اپنے یہ سمجھی تھی کیا — تجھیں لائی کیوں جبر سے یہ اُٹھا
کہا تو نے جو مجکو منظور ہے — مگر بات یہ عقل سے دور ہے
رہے عشق میں نیک و بد کی تمیز — کسی سے یہ ممکن نہیں اے عزیز
کسی اور کو ہم کہیں کیا بھلا — ہمارا ہی دیکھو تو یہ حال کیا
نہ جنگل میں یوں خاک میں چھانتا — جو ماں باپ کہتے وہی مانتا
کہ ہو جو دل و جان سے ہم پر فدا — کریں اُسپہ ہم ظلم و جور و جفا
نہ امید ہوتی اگر وصل کی — تو عاشق نہ دنیا میں جیتا کوئی
طبیعت خدا نے عجب اُنکو دی — ہر اک بات ہر عاشقوں کی نئی
طبیعت کے ہیں سخت یہ اسقدر — کہ سنتے ہیں کہ ہجر کا عمر بھر
اگر مژدہ وصل سن پائیں یہ — تو لیں اسکو سنتے ہی مر جائیں یہ

برا عاشقون کو نہ ہرگز کہو — جہان تک ہو دلجوئی انکی کرو
اگرچہ نہین ناز کرنا برا — یہ ہے بلکہ خوبون کا اک چوچلا
کسی نے اگر ناز بیجا کیا — تو کچھ لطف اسکو نہ حاصل ہوا
خیال اسکا معشوق کو ہے ضرور — کہین ٹھیس لگ کر نہ جائے چور
دوبارہ وہی اسم اسنے پڑھا — کہ ہو قید سے وہ پری بھی رہا
پری نے ادب سے دیا سر جھکا — قدم چومنے کا ارادہ کیا
پری کو زیادہ نہ جھکنے دیا — لیا اپنی چھاتی سے اسکو لگا
بھرے اسکے دل مین جو شکوے کئی — زبان پر نہ آیا مگر ایک بھی
ملا اسکی چھاتی سے اسکا صنم — تپش دل کی لیکن ہوئی کچھ نہ کم
بدن یک بیک اسکا تھرا گیا — ہوئی غش کی حالت عرق آگیا
مجھے حال معلوم ہے سب ترا — زیادہ نہ اپنی محبت جتا
اٹھانا اری صدمۂ ہجر کا — نہین ہے کوئی کام آسان سا
نہ گھبراؤ چپ چاپ بیٹھی رہو — تم اپنے خدا پر توکل کرو
اطاعت کو ہر وقت طیار ہون — مگر کیا کرون خود گرفتار ہون
برائیگی اگر میرے دل کی مراد — تو بر آئیگی تیرے دل کی مراد

خدا اگر نکوئی کی ہمت نہ دے — تو ایسے پری بھی نہ کوئی کرے
مگر چاہیے یہ کہ موقع سے ہو — کرو ناز موقع مگر دیکھ لو
خدا نے جو دل عاشقو نکو دیا — وہ ہے مثل شیشہ نزاکت بھرا
غرض راحت جان نے جب یہ کہا — سمجھ اسکے دل کا وہ نقشا گیا
ہوئی دور تاثیر جب سحر کی — پری جھاڑ کر پر کھڑی ہو گئی
جھکی پانون پر اسکے جب وہ پری — تو بانہ اسکی جلدی پکڑ اسنے لی
وہ اک دوسرے کے گلے جب لگے — ہوا شاد دل غم غلط ہو گئے
مگر ہان تماشا نیا یہ ہوا — پری کا بدن کپکپانے لگا
دل اسکا زیادہ دھڑکنے لگا — جگر مثل بسمل پھڑکنے لگا
نظر حال جب اسکا آیا برا — تو یون راحت جان نے اس سے کہا
یہ مانا کہ دل پر نہین اختیار — مگر پھر بھی اتنا نہو بیقرار
نہین لیکن اسکے سوا کچھ مزا — نہو ہجر تو کیا مزہ وصل کا
نہین اے پری ہمین کچھ بھی کلام — دل و جان سے ہون مین تمہارا غلام
محبت ہے اک مہ جبین سے مجھے — تعلق ہے اک نازنین سے مجھے
ملا اے پری مجکو مرہم اگر — تو رکھو لگا پہلے تیرے زخم پر

پلا ساقیا بادۂ خوشگوار — کہ درپیش ہے منزل وصل یار
اگر شکل دکھلاوے وہ دلستان — تو دون رونمائی مین آرام جان
پری نے جو وعدہ سنا وصل کا — بلائین سبت اسکی لین اور کہا
کرو دور سب دل سے تم رنج و غم — ملائین گے اب آپ کو اس سے ہم

آفت جان کا مشکور ہو کر خود معالج ہونا یعنے وصال دلدار کا ذمہ کرنا مسیحائی کا دم بھرنا رقیب کے ذریعہ سے ملاقات ہوئی یہ نئی بات ہوئی

اگر دم مین دم اپنا باقی رہا — تو دینگے تمہین اس سے اک دن ملا
زیادہ کہون تجھسے مین اور کیا — نہین انکا منہ دیکھنا بھی روا
ذریعہ اگر ہے یہی وصل کا — تو منظور مین نے خوشی سے کیا
جسے تو نے سمجھا ہے اپنا رقیب — وہی تیرے معشوق کا ہے حبیب

رقیبو سے کرتے نہین ہم کلام — کہ ہے مذہب عشق مین یہ حرام
مگر زہر تریاق جب بن گیا — تو پھر اسکا کہنا نہین کچھ برا
کہا راحت جان نے اے سپہر — کہی بات یہ تو نے کیا سوچکر
برا کسطرح تو نے اسکو کہا — وہ محبوب ہے تیرے محبوب کا

محبت اگر تجھسے ہوتی تجھے
تو مجھسے زیادہ سمجھتی اسے

اگر میرے پیارے کا پیارا ہے وہ
تو میری بھی پتلی کا تارا ہے وہ

ترا حسن دیکھیگی جب ای حبیب
بنے گی وہ بے شبہ میری رقیب

مگر ہے تجھے وہ تری سوت ہے
غرض ہر طرح سے تری موت ہے

کیا ہے بہت تجھکو غم نے نڈھال
مرا ہجر مین اب ہے جینا محال

یہ کہکر منگا تخت زرین نگار
بٹھا اسپہ دونون کو وہ گلعذار

بٹھا کر انھین اپنے گھر وہ پری
نبی جان کی خدمت مین حاضر ہوئی

کہا اسنے بیٹی سے مین تو کہاں
ہو اسطرح تیرا آنا یہان

اکیلی نہین مین ہی حاضر ہوئی
مرے ساتھ ہے وہ گنہگار بھی

اگر حکم ہو تو سناؤن تمھین
جو گذرا ہے مجھپر بتاؤن تمھین

کہ آئے سلیمان علیہ السلام
پکارا انھون نے مرا لیکے نام

جہان مین ہین جو آتشی قوم کے
شرارت سی قبضے سے سب ہین بچے

یہ سنکر بدن میرا تھرا گیا
دیا انکے قدمون پہ سر کو جھکا

سکھایا تھا ای شاہ جو آپنے
بتایا تھا ای شاہ جو آپ نے

یہ لونڈی جو کرتی ہے فریاد و آہ
اگرچہ ہے ظاہر یہ بیگناہ

دیا آشنائی نے اسکو ڈبو
دیا عشق نے دین و دنیا سے کھو

یہ ہے مومنون کے دلونکی کمند
یہ رتبہ مین ہے عرش سے بھی بلند

ترے حال پر رحم آیا مجھے
یہ انسان جا مین نے بخشا تجھے

گذرنے نہ پایا تھا منٹ ایک بھی
کہ وہ بن گیا آدمی مین پری

یہان آئی ہون اب مین سیدھی چلی
کرون اب وہ مرضی ہو جو آپکی

عجب کیا ہے دھوکا وہ گر کھا گئی
پری ناقص العقل عورت ہی تھی

بڑی ہے زہے دست قسمت تری
جو انکی زیارت تجھے ہو گئی

ہمارے حقیقت یہی ہے کیا بھلا
جو مانین نہ ہم اس نبی کا کہا

یہ سنکر کہا اسنے ای مہربان
نہ ہو میری جانب سے تو بدگمان

نگہبان مین اتنا کہونگی ضرور
کہ وہ مہ لقا ہے یقین رشک حور

کہا شاہزادے نے ای مہ جبین
رقابت تو گو اسکو ہے ہی نہین

پری نے کہا جو کہو ہے بجا
کرین کیا کہ دل آپ پر آ گیا

رقیبون سے ملنے کا ورنہ مزا
اسیوقت مین تمکو دیتی دکھا

ہوا کی طرح گھر کی جانب اڑی
پرستان مین انکو لیکر گئی

ادب سے کھڑی ہو کے مجرا کیا
دیا سر کو قدمون پہ ماں کے جھکا

کہا آفت جان نے یون سر جھکا
تعجب مجھین اسقدر کیون ہوا

سنو گی تو ہوگا تعجب بڑا
ہوئی قید سے جسطرح مین رہا

مجھے روتے روتے جو غش آ گیا
تو اس حال مین دیکھ [illegible]

کہا مجھسے افسوس کی ہے یہ جا
کہ ہے حال ابتر [illegible]

نہ آئے شرارت سے تا اب یہ باز
کیا اسنے دست تطاول دراز

کہا مین نے ای دین و دنیا کے شاہ
مری قوم کا کچھ نہین ہے گناہ

اسی پر ہے اب تک ہمارا عمل
ہمین اسمین آیا ہے کچھ بھی خلل

مگر اصل مین یہ گنہگار ہے
خطا کی سزا کی سزاوار ہے

یہ سنکر انھون نے کہا ای پری
مذمت نہ کرنا کبھی عشق کی

ارے عشق تو ہے خدا کو پسند
برا اسکو کیونکر کہین ہوشمند

انھون نے یہ جسدم زبان سے کہا
اثر دور سب ہو گیا سحر کا

کیا قید سے جب انھون نے رہا
کیا سجدہ شکر ہمنے ادا

اگرچہ نبی جان اسے دور تھی
مگر مامتا سے وہ مجبور تھی

کہا اسنے ہے یہ بہت ہی عجیب
مگر خیر ہین اپنے اپنے نصیب

بڑی کی شفقت ترے حال پر
کہ تشریف لائے وہ خود تیرے گھر

نہ مانا اگر ہے تو انکا کہا
قیامت مین پچھتاؤ [illegible]

کہا اُنکا منظور ہے سب مجھے
تمنا یہی دل مین تب سے تھی
یہ سنکر لگی کہنے یون وہ پری
مراد اُنکی جسوقت بر آئیگی
لگی کرنے خاطر وہ مہمان کی
کٹے اسطرح جب کئی دن گذر
دل و جانسے خدمت کو طیار ہین
لگے بھول اُسکو اگر تم کہین
مفصل کیا خواب اپنا بیان
عجب اُسنے پایا ہے حسن و جمال
نہین اُسکا دنیا مین ثانی کوئی
بلا ہے غضب ہے قیامت ہے وہ
بہت بادشہ سلطنت چھوڑ کر
بہت ہی ہے اُس نازنین کو غرور
بھلا جان دینی کچھ آسان ہے
نہین نالہ و آہ کرتی اثر
بچھا ہینگے اب دام تدبیر ہم
تسلی غرض اسکی جب کرچکی
اسی وقت تم اُٹھکے جاؤ وہان
وہ بیٹھے دیو تھی دیر ہی کیا وہان
ہوا اُنکے تیار جس دم مکان
پری جتنی تھین لونڈیان باندیان

مبارک ہو اب راحت جان تجھے
کہ آنکھوں سے دیکھون مین شادی تری
ابھی آپ رکھین اسے ملتوی
تو شادی بھی اسوقت ہو جائیگی
دل و جان سے مضطر و غمگین ہے
طبیعت لگی ایسی باتوں سے پھر
بتاؤ مجھے مین بھی کوشش کرون
تو یہ یاد رکھنا کہ پھر مین نہین
سنائی اُسے اپنی سب داستان
حقیقت مین ہے وہ عدیم المثال
نہین حسن مین کی سے بڑھکر پری
شرارت ہے فتنہ ہے آفت ہے وہ
مرے اُسکی چوکھٹ پہ سر پھوڑ کر
بہت آپکو کھینچنی ہے وہ درد
کہو کسکو مرنے کا ارمان ہے
وہ رکھتی ہے پتھر کا دل او جگر
نئی کوئی سوچینگے تدبیر ہم
تو دیون اپنے دیو و نکو کہنے لگی
بنا دو وہان ایک عمدہ مکان
دیا ایکدن مین بنا وہ مکان
گئی شاہزادے کو لیکر وہان
رہینگی یہ خدمت مین حاضر یہان
اُسے ڈھونڈھنے آج جاتی ہون مین

کرونگی مین شادی کا سامان اب
مرے دلمین جو ایک ارمان تھا
نہین ہان ملتے ہین اُسکو کلام
تسلی غرض ماں کی کرکے پری
بڑی دھوم سے ناچ اور راگ کا
تو پھر آفت جان نے اُس سے کہا
مگر آپنے ہے جو وعدہ کیا
پری نے یہ جسوقت اُس سے کہا
لیا اُسنے جب نام اُس شوخ کا
نہین وحشت از یاد ران جہان
نہین آدمی صورت نور ہے
اگر شاہزادی ہے مغرور بھی
کبھی اُسنے منھ سے نہ اتنا کہا
غلط ہے غلط گر کہے یہ کوئی
فقط بات اتنی ہے وہ نازنین
مگر پھر کچھ ڈھنگ ڈالینگے ہم
بنا کوئی حیلہ اُٹھائینگے ہم
ہماری جو گلگشت کا ہے مقام
یہ سنتے ہی وہ سب کے سب وان گئے
دیا اُسمین کر فرش بانات کا
کہا آپ اب اس مکان مین رہین
بجا لائینگی حکم یہ آپ کا
نہین کرکے کچھ اب دکھاتی ہون مین

نکالونگی سب دل کے ارمان اب
خدا نے اُسے آج پورا کیا
مگر اُسکو درپیش ہے ایک کام
دیا اُسنے اُٹھی اپنے گھر کو گئی
کئی دن شب و روز جلسہ رہا
سناؤ مجھے اپنا قصہ ذرا
اُسے بھول جانا نہ بہر خدا
تو اُسنے دیا حال سارا سنا
پری نے خوشی سے اُچھل کر کہا
نہ زادہ کسے در میان جہان
ز سر تا بپا جلوہ طور ہے
زمین پر نہین پانون دھرتی کبھی
کہ یہ کون ہین اور کرتے ہین کیا
کرے تاثیر نالہ مین اُسکے نہ تھی
کسی پر کبھی رحم کھاتی نہین
نئی کوئی صورت نکالینگے ہم
اُسے لاکے تجھسے ملائینگے ہم
جہان سیر کرتے ہین ہم صبح و شام
محل اُس جگہ اک بنانے لگے
دیئے مسند اور گاؤ تکیے لگا
اُسے آپ اب زینت و زیب دین
گرائینگی خون پسینہ کی جا

کہ ٹھہری ہوا کی سائے برق دم
تپش دل کی بڑھنے لگی دمبدم

وہ گھوڑے جو ہوتے ہیں اسکا نمین
لگا آتش لگا دے دل جہان مین

پری و فقیرون کی صورت بنا
پہن ایک کرتہ لیا گیروا

پہونچنا آفت جان کا منزل مقصود پر اور رام کرنا اُسکا آہوے رم خوردہ کا حسن تدبیر سے محبت کی تقریر سے

حسینون کی نسبت یہ ہر سچ کہا
لگے نیے مین بھی انکے ہر اک ادا

ہوا دیکھکر شاہزادہ فدا
لیا اُسنے چھاتی سے اسکو لگا

سمجھے اسقدر جسب ہے میرا خیال
تو کیونکر نہو مجکو تیرا خیال

خوشی سے اُچھلتی ہوئی وہ پری
قدم چوم کر وانسے رخصت ہوئی

دکھائی دیا باغ اک خوشنما
پری نے دیا اُسمین بستر جما

رہا دار مین شام کو ہو سوار
گل و لالہ کی دیکھتی تھی بہار

نظر جسدم آئی وہ آتی ہوئی
سر راہ جا کر ہوئی یہ کھڑی

پرستان مین تھین یہ باتین بیان
جو کچھ اُسنے آنکھون سے دیکھین یہان

کئی جستنین اسکی ہر دل مین تھین
جو پہنے ہوئے تھین زرہ آہنین

یہ زرین عمود و یہ زرین کمر
زمین کردہ خورشید گون سر بسر

گئین جب وہانسے گذر جستنین
تو پھر آئین دس بیس قلماقنین

نشے مین کچھ ایسی وہ بد مست تھین
کہ پڑتا تھا پاؤن کہین کا کہین

پھنسی جستجون کی تھین کرتیان
بدن مین چھلاوے کی سی پھرتیان

غضب کا تھا آنکھون مین سرمہ لگا
لبون پر تھا بید حسب لکھوٹا جما

گلے مین پڑے تھے جو پھولون کے ہار
دکھاتے تھے وہ اور ہی کچھ بہار

خواصین بھی دس بلبل البیلیان
کہ تھین چال مین جنکی اٹکھیلیان

گئین یہ گذر جب دکھا کر بہار
تو پھر آئی اک لونڈیون کی قطار

کیا تھا کچھ ایسا بناؤ سنگار
کہ کرتے تھے عشاق جانین نثار

کچون کا جو تھا چھاتیون پر ابھار
اکڑ کر دکھاتی تھین انکی بہار

کسی سے کوئی کر رہی تھی ہنسی
حکایت لڑا رہی تھی کسی سے کوئی

رہا اسکا عالم کچھ اب اور ہی
وہ فتنہ تھی پہلے سے آفت ہوئی

پری کا محبت سے منہ چوم کر
کہا راحت جان نے گر بسر

ہوئے یہ جو آپس مین ناز و نیاز
خوشی سے گئی پھول رہ مست ناز

ہوئی سوے بستان جنان روان
ہوئی شام سے پہلے داخل وہان

یہی باغ تھا جسمین وہ دلربا
سر شام آئی تھی کھانے ہوا

ابھی جا کے ٹھہری ہی تھی یہ وہان
کہ اتنے مین آئی وہ آرام جان

سواری پہ اُسکی پڑی جب نظر
تو حیران ہوئی یہ اُسے دیکھکر

سواری کی وہ شوکت اور شان تھی
جسے دیکھکر عقل حیران تھی

ہمہ نیزہ داران و جوشن وران
بدست اندران گرزہاے گران

دلیران یکایک چو شیر ژیان
خروشان و جوشان چو سیل دمان

ہر اک شکل مین غیرت حور تھی
زسر تا بپا نور ہی نور تھی

بسی عطر مین اُنکی پوشاک تھی
جبین پر تھی ہر اک کے افشان چنی

جوانی کی دلمین بھری تھی امنگ
پسند انکو آتی تھی پوشاک تنگ

یہ تھا اُنکے گالون کی سرخی کا حال
کہ دے جیسے مل کوئی منہ پر گلال

کرون وصف کیا آنکھ او ناک کا
بدن اُنکا سانچے مین تھا سب ڈھلا

اُٹھائے ہوئے ہاتھون مین بازوان
سواری کے تھین آگے آگے دوان

انوکھا ہی تھا انکا کچھ روپ رنگ
نرالا ہی دنیا سے تھا انکا ڈھنگ

لچکتی تھی چلنے مین ایسی کمر
ہوا اسکے ہلے جیسے شاخ شجر

لیے کوئی تھی ہاتھ مین اپنے بلبل
کوئی پڑھتی تھی عاشقانہ غزل

شرارت تھی کچھ انمین ایسی بھری
پھڑکتی ہر اک اپنے سایہ سے تھی

قدم ناز سے جب زمین پر دھرا | دبا فتنۂ حشر ہی کر بپا
قریب اسکے جب آئی وہ شمع نور | نظر آگیا جلوۂ کوہ طور
ازان گنبد سیم سر بر زمین | فرو ہشتہ بر گل کمند کمین
دو رخسارہ چون لالۂ احمرین | سر چیدہ زلفش شکن بر شکن
نئی وضع تھی اور چھوٹا سا سن | غضب ڈھا رہے تھے جوانی کے دن
لگا آنکھ مین سرمہ دنبالہ دار | گلے مین پڑے موتیونکے تھے ہار
جبین اسکی ٹکڑا تھا اک چاند کا | نزاکت مین لب برگ گل سے سوا
نہ تھی ناک تی تھی کا قور کی | نہ تھے دانت تھی موتیون کی لڑی
یہ چین اور پھر اس پہ ناز و ادا | غضب پر غضب تھا بلا پر بلا
ہوا دار جب اور آگے بڑھا | تو آہستہ سے اس پری نے کہا
سنو گی فقیرونکی گر تم صدا | تو داتا کریگا تمہارا بھلا
لگین دیکھنے جب ادھر اور رخ | تو ایک اجنبی انکو آیا نظر
نظر آیا جب انکو منہ غیر کا | تو دپٹون سے سب نے لیا منہ چھپا
دوشالہ دیا تان اک سامنے | نظر تا کہ اسکی نہ اس پر پڑے
رہی کوئی حیرت مین آکر کھڑی | مگر آنکھ تھی سبکی اس سے لڑی
کبھی اسنے اسکو اشارہ کیا | کنائے سے اسنے کبھی کچھ کہا
کرے گرم سیری اگر یہ لغل | تو ارمان سب دل کے جائین نکل
یہی ہے تو ہر چاہتا میرا دل | کہ جائے کسی ڈھب سے یہ جو ملے
حسین یون تو دنیا مین ہونگے ہزار | سنو گی مگر حسن پر یہ بہار
یہ سنکر مخاطب نے اس سے کہا | کہا تو نے جو کچھ وہ ہے سب بجا
مگر ہاتھ آئے تو ہون شاد ہم | برابر ہے ورنہ وجود و عدم
ہوا دار کیون اس جگہ ہے رکا | بتاؤ مجھے ہے سبب اسکا کیا
کھڑا ہے کوئی مرد و اسکے سامنے | نظر اسطرف ہے لگائے ہوئے

گئین جب گذر لونڈیان باندیان | ہوا دار مین آئی آرام جان
ز سرتا بہ پا چون گل و یاسمن | بسرو سہی بر سہیل یمن
بمشک و بعنبر سرش بافتہ | بلعل و زمرد برش تافتہ
حسین باوجودیکہ تھی خود سری | مگر آنکھ اسکی جھپک ہی گئی
بھری موتیون سے جو تھی اسکی مانگ | وہ لیتی تھی دل چلتے لوگون سے مانگ
مژہ تیر ابرو کمان چشم تیغ | بہاتی تھی خلقت کا خون بیدریغ
پڑی تھی اسکے رخسار پر آب و تاب | خجل دیکھکر جسکو ہو آفتاب
ستارے اگر آنکی دیکھین چمک | تو حیرت سے لین اپنی آنکھین جھپک
دھرا سر پہ تھا تاج الماس کا | دیا حسن کو اور اسنے بڑھا
نہ دیکھو فقط اپنی ہی آن تم | ارے اسکو بھی دیکھو پہچان تم
سنی لونڈیون نے یہ آواز جب | تو دیکھا ادھر اور لگین سب کی سب
فقیرانہ صورت بنائے ہوئے | ادائین دکھاتا تھا ترچھی آنکھ سے
خواصین بچا جھکے تھے کچھ حواس | لپک کر گئین شاہزادی کے پاس
گئی بیٹھ کوئی پکڑ اپنا سر | کسی نے لیا ہاتھ آنکھون پہ دھر
ترستی تھین صورت کو جو مرد کی | بہت ہی خوشی انکو حاصل ہوئی
کسی نے کسی سے کہا اری بوا | یہ کیسا جوان ہے ذرا دیکھنا
کسی نے کہا دیکھکر اسکی آن | نکلنے لگی اوئی لو میری جان
کسی نے قسم کھاکے بولی کوئی | نہین ایسا معشوق دیکھا کبھی
ذرا اسکی جانب کرو تم نگاہ | یہ ہے حسن کے ملک کا بادشاہ
تری بات تسلیم کرتے ہین ہم | حقیقت مین ہے بیمثل یہ صنم
یہ ہوتی تھی آپس مین جب گفتگو | لگی کہنے یون اسنے وہ ماہرو
یہ سنکر انھون نے کہا اے حضور | کرین عرض کیا ہے ادب سے یہ دور
نہین دل مین کچھ اسکے خوف و خطر | برابر کھڑا تک رہا ہے ادھر

مگر ہمکو ہے یہ تعجب بڑا
اگر دیکھ لیتے وہ آتے اسے
یہ صورت جو ہے بس دکھاتی ہے
لگی پاس سے کہنے اک نازنین
نکلتے ہیں دن کو بھلا جن کہین
برستا ہے چہرے پہ دیکھو تو نور
اگر دیو ہے تو ہمین اس سے کیا
مگر اسکی صورت سے ہے یہ عیان
خواصون سے جب یہ سُنا ماجرا
یہ سنتے ہی اک شوخ لونڈی گئی
نہین مرد کا اس جگہ پر گذر
فقیرون کو لازم ہے سائین جی
خدا سے شب و روز ڈرتے ہین وہ
کرین گر وہ ایسا تو زیبا نہین
نہین مجھپہ اتبک یہ ظاہر ہوا
جو کچھ اسکی گھڑی ہے مرے دلکا حال
نہ آیا کسی پر کبھی دل ترا
اگر درد کچھ دل مین ہوتا ترے
نہین ہے مری عقل مین کچھ فتور
اگر دے تجھے اچھی صورت خدا
کچہری مین دیکھو وکیلون کا حال
دکھانا نہ منظور ہوتا اگر
سمجھ مین مگر میرے آتا نہین

کہ یہ کس طرح سے یہان آگیا
تو اچھی طرح سے بتاتے اسے
حقیقت مین کوئی چھلاوا ہے یہ
سمجھ مین کوئی بات آتی نہین
یقیناً یہ ہے آدمی جن نہین
فرشتہ کہین گے اسے ہم ضرور
اگر جن ہے جانے ہماری بلا
کہ ہے اسکے سینہ مین سوز نہان
تو لون اُنسے آرام جان نے کہا
کہا جا کے وان سائین جی بندگی
نہین آجتک کوئی آیا ادھر
کہ نکلین نہ گوشے سے باہر کبھی
گناہون سے پرہیز کرتے ہین وہ
فقیرونکے حق مین یہ اچھا نہین
کہ عورت ہے تو یا ہے خواجہ سرا
سمجھتا ہے عورت کو اسکا محال
نہ تجھپر کوئی مرد عاشق ہوا
تو ہرگز ملامت نہ کرتا مجھے
جسے کہنے کو زاہد کے ماون ضرور
تو ہرگز کسی سے نہ تو منہ چھپا
دکھاتے ہین سب اپنا اپنا کمال
تو کرتے نہ اہل ہنر بھر سفر
چھپاتے ہین کیون اپنا منھ بہترین

سپاہی ہین سب راستون پر کھڑے
خدا جانے کیا اسنے جادو کیا
کوئی دیو یا بھوت یا ہے یہ جن
بھلا ہم کہین کسطرح اسکو جن
یہ سنتے ہی اُٹھی کوئی اور بول
کسی نے کہا پاس سے اے بوا
ہمین اس سے مطلب ہے کیا کوئی ہے
کسی کی محبت مین ہے مبتلا
کہو جا کے معلوم نام و نشان
ہماری جو آقا ہے آرام جان
بتاؤ تمھین ایسا کیا کام تھا
کسی سے نہین اُنکو ہوتا ہے کام
پرائی بہو بیٹیون کو کبھی
یہ لونڈی سے سنکر پری نے کہا
جو عورت ہے تو تو نہین کچھ گلا
جو خنثی ہے تو تو کہون تجھسے کیا
مخنث اگر تو نہین مرد ہے
خدا نے جسے کی ہین آنکھین عطا
حسینون نے منھ اپنا کیون موڑ لو
لیاقت جب اپنی جتاتے ہین ہم
اگر کوئی آتا ہے ہمکو ہنر
ہر اک شی خوشی سے دکھاتے ہین ہم
تماشا آپنے ہوگا دربار کا حال

سڑک پر ہزارون ہین پہرے لگے
دکھائی نہ یہ جو کسی کو دیا
یہی انکے پھرنے کے ہوتے ہین دن
ابھی دو گھڑی سے زیادہ ہو دن
یہ مانا نہ یہ دیو ہے اور نہ غول
جھگڑنے سے ناحق کے کیا فائدہ
ہمین کیا برا یا بھلا کوئی ہو
کسی پر ہے دل اسکا آیا ہوا
یہ ہے کون آیا ہے کیونکر یہان
یہ ہے سیر کرنے کا اُسکے مکان
جو تمنے ادھر کا ارادہ کیا
خدا کا وہ لیتے ہین ہر وقت نام
اُٹھا کر نہین دیکھتے آنکھ بھی
بتا تو مجھے نام اپنا ذرا
جو جی چاہے کہہ لے برا یا بھلا
نہین عشق کا حال تو جانتا
تو پھر تو بڑا کوئی بیدرد ہے
وہ خالق کی صنعت نہ دیکھے گا
یہ آنکھین جو ہین انکو کیون پھوڑ لو
فصاحت جب اپنی دکھاتے ہین ہم
دکھاتے اُسے پھرتے ہین دربدر
ہر اک چیز کی داد پاتے ہین ہم
خدا نے دیا ہے تمھین کچھ جمال

نمائش میں ہر سال آتے ہیں وہ
نکلتے ہیں گھوڑے و نیمہ ہو کر سوار
غرض انکی تصویر سے ہے یہی
کہ جس دم دو نون گلون مین پڑ جائینگے
بڑھاپے مین بن جائیگا جب یہ حال
خدا نے بنایا ہے جنکو حسین
فقط ایک بوسہ ہے وہ مانگتا
سنانے لگا جب وہ باتیں کڑی
زبان پر جو ہر وقت فریاد ہے
کرون آپ سے گر مین اسکو بیان
تھی اک اور لونڈی برابر کھڑی
انگوٹھا دکھا کر وہ کہنے لگی
نہ دیگی اگر آج نام خدا
تمنا ہمیشہ ہی مجبور رہی
نہین ہوش ہوتے تم ہیں یا نک بجا
یہ جانے کو تیار ہی ہے کھڑا
ادھر بھی نظر شاہ صاحب ذرا
دعائیں مجھین دلسے دیتے ہیں ہم
زبان پر یہ بات پھر لائیے
پری پہلے خاموش سنتی رہی
نکل شعر منہ سے جو میرے گیا
نہ تھا میرے دلمین یہ ہرگز خیال
سنا یہ تو آرام جان نے کہا

ہر اک شخص کو منہ کھاتے ہیں وہ
دکھاتے ہین جوبن کی اپنے بہار
نہ محروم دیدار سے ہو کوئی
یہ چھتین جو ہین سارے جھڑ جائینگے
کریگا نہ بوسہ کا کوئی سوال
انھین ناز بیجا مناسب نہین
سو وہ بیتے گا برا اسے خدا
رہی پھر نہ وہ خادمہ وان کھڑی
گرفتار رہتا ہے یہ آزاد ہے
تو کاٹی ابھی جائے میری زبان
یہ عیار یون اس سے کہنے لگی
اری مین تو بار مان نہ بالوش بھی
تو کل کو قیامت مین پائیگی کیا
نہ دیکھا اگر مین نے عاشق کوئی
چھپایا ہے منھ اسنے بیفائدہ
گھڑی دو گھڑی مین چلا جائیگا
ہمارے بھی حق مین کرو کچھ دعا
فدا جسپہ کرتے ہین جان ای صنم
ذرا اپنا منھ پہلے منوائیے
بگڑ کر مگر پھر وہ کہنے لگی
خدا جانے کیا دلمین اسکے تھا
کہ رکھتی ہے کچھ تو بھی حسن و جمال
جھگڑنے سے کیا آپ کو فائدہ

بڑا فخر ہے انکو اس بات پر
ہزارون مین ایسی نہین ایک بھی
جوانی کے دن جب گذر جائینگے
یہ جوبن جو ہے اُنپہ جائیگا ڈھل
کوئی پاس تک بھی نہ پھر آئیگا
کہو شاہزادی سے اپنی ذرا
نہین ہے کچھ اسمین برائی کی بات
کہا شاہزادی سے جاکر حضور
کیا اسنے اک مجھسے ایسا سوال
کہا شاہزادی نے ہمکو بتا
ترا اسنے دیکھا ہے حسن و جمال
پری سن رہی تھی یہ سب گفتگو
یہ فقرہ جو آرام جان نے سنا
چلو دو گھڑی دل ہی بہلائینگے
ٹھکانے ہوئے بھی اگر اسکے ہوش
غرض جب ہوا دار آگے بڑھا
کہا آفت جان نے ای کافر ادا
یہ سنکر لیا اسنے تو سر جھکا
سمجھے بھی ہوا اسقدر حوصلہ
اگر دیکھ لیتی کوئی تو حسین
سمجھ دل مین تو اور ہی کچھ گئی
یہ صورت تری اور پھر یہ کلام
گزارش مین کرتی ہون کچھ آپسے

کہ ہوتے ہین خوش انکو سب دیکھکر
نہو جسکی تصویر کھینچی گئی
نہ نشے جو چڑھے ہین اُتر جائینگے
نکل جائیگا زلف کا پیچ و بل
ہر اک دیکھکر انکو کترائیگا
کہ ہے ایک سائل یہان آگیا
اگر حسن کی اپنے دین وہ زکوٰۃ
محبت مین وہ مبتلا ہے تمام
کہ ہے ماننا جسکا بالکل محال
نہین ہم بھی کیا اسنے تجھسے کہا
وہ کرتا ہے بوسہ کا تجھسے سوال
کہا اسنے لڑتی ہے کیون نامراد
تو یون اپنے ہمراہیو سے کہا
ذرا پاس سے اسکو دیکھ آئینگے
تو کچھ ڈر نہین ہے یہ خانہ بدوش
تو یون شاہزادی نے اس سے کہا
دل و جان ہین آپ پر ہم نثار
مگر ایک لونڈی نے اس سے کہا
کہ تو سمجھتی ہون یہ مرنے لگا
سمجھتی نہ پھر آپ کو مہ جبین
غرض میری کچھ اور ہی اسکی تھی
ہوا دیکھیے مینڈکی کو زکام
خدا را تم اتنا بتا دو مجھے

کہ ملتا ہے کیا عاشقی مین مزا
حسین نام سنتے ہین جب قیس کا
یہان باولے سے جو بیٹھے تم کھڑے
کہا آفت جان نے اے مہ لقا
ارادہ اگر ہے تمھارا یہی
یہ سنکر لگی کہنے آرام جان
خوشی سے گئے اسقدر آپ پھول
یہ باتین سنا سب یہ سائین جی
محبت کو تمنے جو سمجھا برا
ہوا کھیت جب وہ تب اسکا ہرا
اسے اسنے مارا بہت ہی مگر
ارے تجکو میری ابھی ہے کچھ خبر
یہی کج ادائی رہیگی اگر
بناوٹ کی باتین ہین یہ سر بسر
سنا یہ جو فقرہ تو وہ جل گئی
بہت جب ہوئی شاہزادی خفا
ابھی اسکا ہو جائیگا امتحان
ادھر آئی آواز بندوق کی
کہا سائین جی کیجیے اب کرم
کہ مین تمکو منت سے گھر لیچلون
جب اک روز حمام اسنے کیا
پری نے کہا آکی خواہش نہین
بہت عذر کرتی رہی وہ ...

کہین دیکھے دل ہاتھ آتا ہے کیا
تو لیتے ہین وہ ناک اور بھون چڑھا
تماشا سمجھ کر یہ سب آ گئے
سمجھ مین گیا آپ کا مدعا
تو اپنی بھی ہے اب اسی مین خوشی
سنبھالو ذرا سائین جی تم زبان
گئے تو بڑا تنگ سب کچھ ہی بھول
ذرا آپ ہو اپنے ہوش کی
تو یہ کچھ نہین ہے تعجب کی جا
گدھا ایک وان آ کے چرنے لگا
ہوا مار کا کچھ نہ پیدا اثر
کیا ہے ترے عشق نے دلمین گھر
تو مر جاؤنگا مین تو سر پھوڑ کر
جو دل مین ہے اسکو چھپاتی ہے تو
خفا ہوکے آنکھین دکھانے لگی
تو چپکے سے آکر کسی نے کہا
ذرا آپ چپ چاپ ٹھہرین یہان
ادھر یہ پری خاک پر گر پڑی
مرے گھر مین لے چلیے اپنے قدم
دل و جان سے وزرا خدمت کرین
جو باقی تھا شک وہ بھی جاتا رہا
نہ مجبور کر مجکو اے مہ جبین
سنی لیکن اسنے نہ اک بات بھی

تمھارا جو اس فن مین تھا پیشوا
کرون ذکر کیا مین کسی اور کا
وگرنہ انھین تمسے تھا کام کیا
دکھائی انھین شکل منظور تھی
ہوئے آج سے ہم تمھارے غلام
بھلا تم کہان اور یہ باتین کہان
میسر نہین جسکو اک چھوہارا
یہ سنکر پری نے پھر اس سے کہا
سنا ہوگا تمنے یہ قصہ حضور
گڑے تھے جو کانٹے دئیے سب اکھاڑ
نہ دیکھا اثر جب زد و کوب کا
بنا تیری الفت مین یہ میرا حال
گدھے نے یہ جب بات اس سے سنی
فقیرون کو رکھنا ہو منظور تمین گر
کہا تونے سمجھا بتا کیا مجھے
گمان جیسے ہے آپ کو مرد کا
یہ کہکر کسی کو اشارہ کیا
گری خاک پر جب پری چونک کر
خطا مجھسے بیشک ہوئی ہے بڑی
غرض کھلکے یہ لیگئی اسکو گھر
نہا دھوکے جسوقت آئی پری
بھرا دل مین ہے اور ہی ...
لیا کھینچ اسکو پکڑ اسکا ہاتھ

اسے آج کہتے ہین سب باولا
تم اپنی ہی صورت کو دیکھو ذرا
کوئی آپ سے انکا رشتہ نہ تھا
اسی واسطے آئین دوڑی ہوئی
کسی اور سے اب نکلینگے کام
تمھین کیون یہ سوجھی ہین خرمستیان
تعلق اسے قصر شاہی سے کیا
کہا تمنے جو کچھ وہ ہے سب بجا
کہ تھا ایک دہقان بڑا ذی شعور
دیا کھیت دو چار دن مین اجاڑ
تو اک روز اسنے گدھے سے کہا
مگر تجکو میرا نہین کچھ خیال
تو پھر کھیت کھانے نہ آیا کبھی
تو آ جائیے بے تکلف ادھر
مین جیتے جی چھوڑونگی ہرگز تجھے
وہ عورت ہے اسمین نہین شک ذرا
کہ بندوق کو دے فتیلہ دکھا
تو آئی ہوا دار سے وہ اتر
مگر اب تلافی ہے اسکی یہی
لگی رہنے خدمت مین آٹھون پہر
برانڈی منگا اسکے آگے دھری
نہین کھانے پینے کا کچھ مجکو ہوش
پلائی برانڈی اسے اپنے ہاتھ

دکھایا اسے بعد ازاں پانچ رنگ / کہ مہمان کا دل نہو جاسے تنگ
جدا اسکے سونے کا تھا اک مکان / گئی آفت جان کو لے کر وہان
زبان پر ہے کیون تیری آہ و فغان / ترے چشم تر سے ہے خون کیون رواں
کہا آفت جان نے اے نازنین / تجھے اس مرض کی خبر کچھ نہین
محبت اسے کہتے ہین خاص و عام / اگر ہو تجھی ہے اسی دکھ کا نام
نہین فائدہ اسمین دیتی دوا / نہین آجتک کوئی اچھا ہوا
جو بیمار عشق مین وہ مرا / مرا عشق مین جو وہی جی گیا
نہ جس مرض کی جہا نہین دوا / تو پھر اسمین ہو کیون کوئی مبتلا
کہا آفت جان نے اے دلربا / کہا تمنے جو کچھ وہ ہے سب بجا
کسی پر اگر دل کبھی آئیگا / تو پھر لطف معلوم ہو جائیگا
کرو دل مین اگر لاکھ اسکو بیان / نہ سمجھو گی تم اسکو اے مہربان
نہ ہم پر کوئی مرد عاشق ہوا / نہ ہم ہی کسی پر ہوئے مبتلا
بھلا یہ کہو کسپہ مرتی ہو تم / محبت کا دم کس کی بھرتی ہو تم

غرض رات جسوقت آدھی گئی / تو پھر شاہزادی ہوئی اٹھ کھڑی
کہا اے بہن تو مجھے سچ بتا / فقیروں کا کیون بھیس تو نے بھرا
مرض تجھکو ایسا ہوا کون سا / کہ جیسے دیا تجھکو بالکل سکھا
دعا بس خدا سے یہی تم کرو / کہ دشمن بھی اس دکھ سے واقف نہو
یہی وہ مرض ہے جو ہے لاعلاج / نہین جانتا کوئی اسکا علاج
ہوا جب کسی کو مرض عشق کا / قضا ہی ہوئی اسکے حق مین شفا
یہ سنکر لگی کہنے آرام جان / نئی بات کی یہ تو تمنے بیان
کسی پر مین ہو جاؤن عاشق اگر / تو مر جاؤن فوراً چھری مار کر
یہ مانا کہ ہے اسمین ڈر جان کا / مگر ساتھ ہی ہے مزا بھی بڑا
توقع اگر کچھ ہوئی وصل کی / نہ مرنے کا پھر نام لو گی کبھی
پری سے کہا اسنے اے سیمبر / نہین عشق سے ہمکو مطلق خبر
نہ دل دے کے ہم اس بلا مین پھنسے / رہے ہم تو اس کشمکش سے بچے
کہا اسنے یہ پیدا ہوا تمکو روگ / لیا کسکے خاطر کہو تمنے جوگ

فسون محبت دم کرنا آفت جان کا فسانۂ غم کے ذریعہ سے اور گرفتار ہونا اس آہوئے صحرائی کا دام گیسوئے حضرت عشق کے وسیلہ سے

کوئی بات ہمسے نہ اب تو چھپا / جو گذرا ہے تجھپر وہ دے سب بتا
پلا پھول سی ساقیا مئے مجھے / دکھاؤن کلیجے کے مین گل تجھے
نہ کر شیشۂ دل مرا چور چور / اتارونگا مین اسمین اک تیغ دور

بہت ہی پری کے وہ پیچھے پڑی / تو اک آہ ٹھنڈی پری نے بھری
سنوگی اگر تم کہانی مری / تو کچھ تمکو حاصل نہوگی خوشی
نہ تھی مجھکو قسمت کی اپنی خبر / کہ ماری پھرونگی مین یون در بدر
ہوا ایک بیک زلف مین دل اسیر / بنایا محبت نے مجھکو فقیر
اکیلا جو جنگل مین پایا مجھے / تو اچھی طرح سے ستایا مجھے
نہ سینے مین دل ہی کا مرکب رہا / کہون تمسے کیا جو ہوا سو ہوا
لگی جھول مین سارے ناز و ادا / اٹھانے لگی اسکے جور و جفا

کہا کیا کہون تمسے آرام جان / کرون حال دل کسطرح سے بیان
یہ بندی پری ہے پرستان کی / کبھی گھر سے باہر نہ نکلی نہ تھی
جوانی کا جن سر پہ جسدم چڑھا / رہا دل پہ مطلق نہ قابو مرا
نظر آیا اک آدمی خوش ادا / ہوئی مین دل و جان سے اسپر فدا
کہون کیا گئی میری قسمت ہی پھوٹ / لیا دونون ہاتھون سے ظالم نے لوٹ
طبیعت گئی میری بالکل بدل / مری شکل ہی اور آئی نکل
رہا مجکو مطلق نہ اپنا خیال / ملا خاک مین میرا حسن و جمال

دشتی کا نہیں جانتی اب میں نام | شب و روز ہے مجھکو رونے کا کام
محبت نہیں مجھسے بالکل اسے | سمجھتا ہے وہ اپنا دشمن مجھے
لڑکپن سے تھا دل میں سوز و گداز | مرا نام مشہور تھا عشقباز
گذرتی تھی اوروں کی صحبت میں رات | گذرتی تھی بندی کی رونے میں رات
ہوئی سحر تو یون ہی مین انیس بن | وہ انیس تھا مین کئی برس بن
یہانتک مین اس فن مین کامل ہوئی | کہ سر سے لگا پانون تک دل ہوئی
تمنا یہی دل مین تھی ہر گھڑی | خریدار دل کا ہو پیدا کوئی
پڑا الغرض رنج و غم دل پہ ٹوٹ | گیا کھانا پینا بھی بندی کا چھوٹ
جوانی کو اپنی نہ برباد کر | وگرنہ تو پچھتائیگی عمر بھر
جوانی کا جو یہ چڑھا ہے نشا | بڑھاپے مین جب یہ اترجائیگا
اگر مجھکو اس دن کی ہوتی خبر | تو جاتی جوانی ہی مین مین تو مر
کریگی مرے درد کی گر دوا | تو بدلا تجھے اسکا دیگا خدا
نہ ہر وقت گھر مین ہی بیٹھی رہو | کبھی سیر کرنے بھی جایا کرو
اگر دل کو یون اپنے بہلاؤگی | تو پھر اسطرح سے نہ گھبراؤگی
عمل جب کہ مین اسپہ کرنے لگی | سنبھلتی چلی کچھ طبیعت مری
سر شام جنگل کو جاتی تھی مین | سحر تک بھی واپس نہ آتی تھی مین
طبیعت جو کچھ روز ٹھہری رہی | گذرنے لگی چین سے زندگی
نظر آیا مجھکو مکان اک بڑا | اسے دیکھکر دل مین مینے کہا
کہا دل نے کچھ اور آگے بڑھو | ذرا آنکھ سے چلکے خود دیکھ لو
ہوا سے مین تخت اپنا لائی اُتار | لگی دیکھنے اس جگہ کی بہار
سپاہی بھی پہرہ پہ تھے کچھ کھڑے | مگر سب کے سب نیند مین چور تھے
جڑاؤ چھپرکھٹ اک آیا نظر | جڑے جس مین تھے بیش قیمت گہر
مغرق بچھی اسپہ تھی سوزنی | سفید ایک چادر تھی اسپر لگی

مگر مجھکو افسوس ہے یہ بڑا | کہ جسپر دل و جان سے ہو نہیں فدا
مفصل کہون اتنی طاقت کہان | مگر کچھ مین کرتی ہون مجمل بیان
مرا حال ایسا ہی تھا واقعی | مین تھی مستحق بھی اسی نام کی
غرض رفتہ رفتہ جوان جب ہوئی | تو کچھ میری حالت ہی اور ہی
ہوا رفتہ رفتہ مرا پھر یہ حال | کیا مین نے اس فن مین حاصل کمال
رہی ایک مدت یہی جستجو | نظر آئے مجھکو کوئی ماہرو
گیا اسطرح جب گذر ایکسال | بنا اور ہی کچھ طبیعت کا حال
بہت جب برا حال میرا ہوا | تو یون ایک لونڈی نے مجھسے کہا
یہ جوبن جو ہے آج تجھپر پری | نہ آئیگا پھر خواب مین بھی کبھی
کریگی جوانی کو برباد تو | کہیگی یہ رو رو کے بھی ہاے تو
کہا مین نے کچھ تو ہی مجھکو بتا | مرے سینہ زخم پر تو ہی مرہم لگا
یہ سنکر کہا اُسنے اے سیمبر | کہون تجھسے مین جو عمل اسپہ کر
ہوا دار پر شام کو ہو سوار | ذرا دیکھیے چاندنی کی بہار
مجھے اسکی یہ بات آئی پسند | حقیقت مین تھی وہ بڑی عقلمند
طپش تھی جو دل کی وہ جاتی رہی | ہوئی خود بخود دل مین پیدا خوشی
ہمیشہ مین پھرتی رہی رات بھر | قدم حد سے باہر نہ رکھا مگر
کچھ آئی جو اک روز شامت مری | نکل اپنی حد سے مین باہر گئی
یہ جنگل مین کسنے بنایا مکان | بسا شہر سے کون آکر یہان
نہ کچھ مین نے سوچا فراز و نشیب | سمجھی کہ دنیا ہے دل ہی فریب
مکان سب کے سب سنگ مرمر کے تھے | جواہر بہت سے تھے اُنمین جڑے
دبے پانون مین واں سے آگے بڑھی | بچا کر نظر اسکے اندر گئی
تہ و دست کے تھے پٹیان سیم کے | نہ ایسکے پائے تھے یاقوت کے
یہانتک کہانی جب اُسنے کہی | تو اک سانس ٹھنڈی بھری آہ کی

پری نے کہا تم ذرا چپ رہو ابھی اور باقی ہے آگے سنو
پڑا اس پہ سوتا تھا اک نوجوان کرون حسن کو اسکے کیا مین بیان
ہمش رنگ بورے ہمش قد شاخ جوانے جہان لاغر و بر فراخ
دو چشمانش چون نرگس آب گون لبانش چو پستہ رخانش چو خون
کف و ساعدش چون کف شیر نر بشیوه ارو موبد دل دشاه فر
پری جب نظر اسکے اوپر پڑی تو سینہ مین اک آگ سی لگ گئی
جلا اور تو کچھ نہ دون ہمیں ہوس کلیجہ پکڑ کر گئی بیٹھ بس
مرے جب ٹھکانے ہوئے کچھ حواس تو یہ جی مین آیا ذرا چلکے پاس
بلائین مین زلف عنبر کی لون جبین پر مین بوسے ہی دو چار دون
مگر عیب کچھ مجھپہ ایسا پڑا کہ آگے کو پاؤن نہ میرا بڑھا
کبھی کوئی بات چلتی ہوئی چلی ہی گھر کو مین ہاتھ ملتی ہوئی
رہی اٹھکے ہی چارپائی پہ لیٹ دوپٹہ سے مین اپنا منہ سر لپیٹ
یہ چاہا کہ ہو دور اسکا خیال مگر دور ہونا تھا اسکا محال
بسر مین نے کی آہ و زاری مین رات گذاری طرح بیقراری مین رات
غرض رو رہے روتے ہوگی جب سحر تو منہ ہاتھ دھوکر یہ خستہ جگر
لگی دل سے کہنے کہ سن میری بات ہوئی ہے بسر آہ و زاری مین رات
جو ایسی ہی حالت رہی دن کو بھی تو اور و نہ یہ بات کھل جائیگی
اگرچہ بہت کچھ کہا اور سنا مگر ایسی سنتا تھا دل کب بھلا
کہا مین بہنون ایک بھی مانتا بس وحشت مین کچھ نہین جانتا
مجھے غم بہت پھر ستانے لگا کلیجہ مرا منہ کو آنے لگا
مری چشم تر سے ہوا خون روان نکلنے لگی میری فرقت مین جان
کہون کیا جو گذری ہے آزار مین سنو گر تو آئے نہ تمکو یقین
غرض جب گھڑی دو گھڑی دن رہا تو پھر مین نے باہر کا رستہ لیا
ٹھکانے پہ اپنے گئی دوڑ کر رہی مین لگی ہی ہار مین رات بھر
مگر کچھ بھی مجکو نہ موقع ملا جو لیتی مین چھاتی سے اسکو لگا
رہی رات بھر مین یہی سوچتی کہ پیدا ہو صورت کوئی وصل کی
اسی سوچ مین جب سحر ہوگئی تو یہ کہکے مین گھر کو واپس چلی
اگر آج آیا ہے سورج نکل تو کیا ڈر ہے ہمدم پھر آئیگی کل
تو نہین شب کو پہرو چلتی تھی مین مگر کر کے کچھ بھی نہ آتی تھی مین
گئے اسطرح جب کئی دن گذر بہت بڑھ گیا میرا درد جگر
جگر پیچ و غم سے ہوا پاش پاش ہوا رفتہ رفتہ ہرا راز فاش
محبت کا ثمرہ مجھے یہ ملا نتیجہ یہ الفت کا حاصل ہوا
کہ زنجیر پاؤن مین ڈالی گئی لگائی گئی ہاتھ مین ہتھکڑی
کسی نے کہا ہوگئی باولی کسی نے کہا عقل ماری گئی
پڑین مجھپہ بے انتہا گالیان بجین میرے پیچھے بہت تالیان
اڑائی گئی خوب میری ہنسی ہوا نام میرا سٹری باولی
گذر اسطرح جب مہینا گیا تو اقرار اسنے کیا وصل کا
مگر تھا مقدر مرا اپنا برا تلک سکے دیا نہ پھر مین ملا
ہوا مجھکو معلوم یہ ماجرا وہ خود ہی کسی مہ جبین پر فدا
ذرا ایسے مجھے خوب اب آپ ہی خوشی مجھکو کیا تھا کہ حاصل ہوئی
مسیحا ہی کے گھر سے دھکے جو کھائے کہان پھر وہ بیمار فرماؤ جائے
غرض ہوسکے نا چار مین نے کہا جو کہتی ہو مین وہ بھی سنیے ذرا
یہان اس پری کو جو لے آئین ہم تو فرماؤ انعام کیا پائین ہم
کہا دولت وصل پائین اسکو ہم ملائے جو ہمسے ہمارا صنم
بر آئے اگر میرے دل کی مراد تو حاصل ہو پھر تیرے دل کی مراد
سیلتی ہی بس مین کھڑی ہوگئی اسے ڈھونڈھنے گھر سے باہر چلی

ارادہ جہان میرا جانے کا تھا
خدانے وہان آج پہنچا دیا
مجھے جسکی تھی جستجو وہ ملا
اگر دیکھیے آگے ہوتا ہے کیا

بہت ہی بڑا ہے وہ نازک مزاج
بچائے خدا میری عزت کو آج
اگرچہ ادب سے سمجھے یہ بات دور
اگر تمسے اتنا کہونگی ضرور

تکبر بہت ہی بری ہے بلا
تکبر نہین کام انسان کا
تکبر عزازیل را خوار کرد
بزندان لعنت گرفتار کرد

مرا عجز تو دیکھو اے نازنین
رقیبون سے بھی مجکو نفرت نہین
یہ دو رنج سے بدتر ہے تنہا گھر
اگر تو مرا دیکھے دل اور جگر

ذرا بھی نہ مین اپنے دلمین ڈری
ترے گھر چلی آئی دوڑی ہوئی
اگر تو پوچھے سچ تو ای دلربا
غم و رنج ہے عاشقون کی غذا

مگر ضعف جب آئی نوبت مری
تو اسمین بھی لذت نہ باقی رہی
غم یار مین تھا بڑا ہی مزا
اگر غم رقیبون کا اب مل گیا

بدل اسکا بالکل گیا ذائقہ
رہا اسمین بالکل نہ اب وہ مزہ
یہ قصہ جب آرام جان نے سنا
تو سنتے ہی سر اپنا اسنے دھنا

فسانہ ہوا اسکے حق مین فسون
ہوا اسکے سننے سے اسکو جنون
رہا دلپہ اسکا نہ کچھ اختیار
دم سرد بھرنے لگی بار بار

مگر جب گذر ایک گھنٹہ گیا
ہوئے ہوش جب اسکے کچھ بجا
تو پھر دیکھیے آپ کہتی ہین کیا
کہو بات مین سنتی ہون پھر کیا ہوا

یہ سنکر پری کو ہنسی آ گئی
پھر اسمنہ کو یون اس سے کہنے لگی
سناتی تھی اپنے ہی گھر کی مین خبر
اگر ہوگئی ہے ادھر ہی یان تو سیر

مرے گھر مین تو آگ تھی ہی لگی
پڑوسی کی بھی جل گئی جھونپڑی
سنا یہ تو دریافت اسنے کیا
بھلا مفت مین ہو وہ گھر کسکا تھا

پری نے کہا اس سے اے مہ لقا
ضرورت تمھین پوچھنے کی ہے کیا
توقف کرو تم گھڑی دو گھڑی
خبر تمکو ہو جائیگی آپ ہی

لگی آگ گھر مین ہے میرے اگر
تو کمسن نہین ہو نہ تجکو خبر
یہ کہکر کہا اسنے اے گلعذار
وہان اسکو ہوگا مرا انتظار

یہان کیون عبث وقت ضائع کرون
خبر جاکے اب اپنے گھر کی مین لون
یہان بیٹھنے سے ہوا کیا حصول
زیادہ ٹھہرنا ہے بس اب فضول

کلیجہ دبائے تو بیٹھی ہی تھی
یہ سنتے ہی عقل اسکی جاتی رہی
جھپٹ کر پری سے وہ کہنے لگی
مجھے چھوڑکر تو کہان کو چلی

اری دل دکھانا مناسب نہین
کسی کو ستانا مناسب نہین
محبت مین ہے جسکی تو مبتلا
اسے تو مجھے بھی دکھا دے ذرا

لگائی ہے گر آگ ای بیوفا
تو اب ہاتھ سے اپنے تو ہی بجھا
گرہ سے نہ کچھ تیری کھل جائیگا
کرم بلکہ ہو جائیگا مفت کا

یہ سنکر پری ہنس پڑی اور کہا
کیا کون تمکو یہ باتین سکھا
سمجھتی تھین الفت کو تم تو برا
مگر اب یہ کہنے لگین آپ کیا

کہا اسنے بس اب نہ کچھ پوچھیے
سکھایا محبت نے سب کچھ مجھے
نہین تو مرے حال سے بیخبر
ملیگا تجھے کیا مجھے چھیڑکر

یہ احسان کر اب برائے خدا
مجھے ساتھ اپنے تو لے چل ذرا
تباہ حالت سمجھتی ہے تو کچھ اگر
تو دے ای پری صاف انکار کر

سمجھتی ہے تو ہے جو کچھ میرا حال
خدارا نہ بہلا ابھی وقت ٹال
جو کچھ تمکو کہنا ہو وہان یا نہین
وہ کہدے تو اچھا فدا ای نازنین

پری نے کہا واہ ما شاء صاحبین
صفائی یہ دیدہ کی دیکھی نہین
بگڑ سے تو ہمارے قیامت کا دم
پھر اسپر ملائین تجھے اس سے ہم

یہ مانا نہین ہوش میرے بجا
سمجھتا ہے ہر اک تجھے باولا
اگر دوست دشمن ہون پہچانتی
تمھین بھی ہون اچھی طرح جانتی

نہ کہہ مجھسے اے دلبر جان / کہ مین تجھکو خود لیکے جاؤن وہان
جدھر تجھکو جانا ہو اے بیوفا / چلی جا ہمارا بھی تو ہے خدا
کرون رنج و غم اسکا مین کیا بیان / ہوئی خون فشان چشم آرام جان
لگی پوچھنے اسکی آنکھون سے خون / کہا اے بہن ہو گیا کیا جنون
زیادہ نہ رو اب خدا کیلیے / کہینگی یہان لیجلو لگی سے تجھے
تھمی خون بہانے سے چشم پر آب / مگر دیکھے اسکا اب اضطراب
کہا آفت جان مجسن اے لوا / گھڑی بھر مین دن اب نکل آئیگا
نہین عذر ہمین کچھ اب بھی تجھے / مگر کل یہ موقوف رکھ تو اسے
بٹھا کر تجھے آپ لیجاؤنگی / جو کچھ تو کہیگی دکھا لاؤنگی
کہا تو نے جو مجھکو منظور ہے / اری شام کیا کچھ بہت دور ہے

نہ جب شاہزادی کا کچھ بس چلا / تو اک آہ بھر کر پری سے کہا
کسی کا نہین کوئی محتاج ہے / اسے اپنے بندے کی خود لاج ہے
نظر اسکو جب اسکا آیا یہ حال / تو جلدی سے اپنا اٹھا کر رومال
سری دلگی پر نہ جا اے بوا / نہ رو رو کے یون اپنی آنکھین سجا
دلاسا بہت جب پری نے دیا / تو دل اسکا کچھ کچھ ٹھکانے ہوا
تھمی تھی نہ ہچکی بھی اسکی ابھی / کہ چلنے کو طیار وہ ہو گئی
کسی نے لیا دیکھ تجھکو اگر / تو اچھا نہ ہوگا یہ اے سیمبر
مین جاتی ہون اب شام کو آؤنگی / ترے واسطے تخت اک لاؤنگی
کہا اسنے تو جان مختار ہے / یہان ماننے مین کب انکار ہے
یہ کہکر چلی عاشق نیم جان / کہا اسنے جاتی ہو بولی وہان

کشتۂ انتظار کو دیدار یار کا مژدہ پہونچانا اور سر شام اسی ماہ دو ہفتہ کا کلبۂ عاشق مین تشریف لانا

لگا برت مین لے لیا جام جم / کہ ہو رفتہ رفتہ تپش دلکی کم
مہیا ہو سامان عیش و طرب / کرون جشن جمشید تیرے سبب
بیان کرتے ہین یون گئی جب سحر / اڑی مثل ہدہد یہ سنکر خبر

سلیمان سے اپنے یہ جا کر کہا / پتا آج اس رشک بلقیس کا
مگر پہلے اتنا بتا دین حضور / یہان پر اگر آئے وہ رشک حور
کہا سن گلے سے لگاؤنگا مین / اسے داغ دل کے دکھاؤنگا مین
کہونگا ذرا گھر مین تشریف لائے / سنو کچھ ہماری کچھ اپنی سنائے
مگر اسطرح سے کرونگا بیان / کہ رونے لگے سنکے آرام جان
بڑی پر اثر میری تقریر ہے / بھری اسمین جادو کی تاثیر ہے
نہین حوصلہ یہ اک شخص کا / کہ معشوق کو حال دل سے سنا
تعجب نہین بند ہو گر زبان / تعجب نہین گر نکل جائے جان
گذر اپنی کسکو یہان جان ہے / ہمین صرف مرنے کا ارمان ہے
یہ جب آفت جان نے اس سے سنا / تو گذرا تھا جو کچھ بیان کیا

لگایا ہے ہمنے خدا کی قسم / اسے لا کے تمکو دکھا دینگے ہم
تو کس طور سے پیش آئینگے آپ / اسے گھر مین کیا کیکے لائینگے آپ
کرونگا لپٹ کر بہت اسکو پیار / کرونگا دل و جان کو اس پر نثار
مرے ساتھ جب گھر مین آجائیگی / کہانی سناؤنگا مین عشق کی
روان شمع کے مثل ہون تک گرم / جگر موم کے مثل ہو جائے نرم
پری نے کہا ہان وہ جب آئیگی / زبان آپکی بند ہو جائیگی
کہا شاہزادے نے اے دلربا / کہا تو نے جو کچھ وہ سب سچ کہا
مگر وصل کی جب نہین آرزو / ڈرے کیون بھلا اس سے اے ماہرو
ہتھیلی پہ پھرتے ہین جو سر دھرے / نہین کچھ یہ دشوار انکے لیے
کہا اسکو چھیڑا کہ مین لے آئی ہون / مبارک ہو دل اسکا لے آئی ہون

کہا شاہزادے نے اے دلربا
کہا میں نے جو کچھ وہ پوچھو سبب
نہیں ایسی کم عقل یہ بے نصیب
کہا تجکو اسکا خدا ہجر دے
کہ میں نے اچھا کیا ثواب
یہ کپڑے جو میلے ہیں اے شہریار
وہاں آج پھر شام کو جاؤنگی
ہوسکے دیکھکر تم اگر بیقرار
وہ بولی گر ایسے تنگ ظرف ہو
ہوئے آپ عاشق تھے کیا سوچکر
ہوئے آنکھ سے چند آنسو رواں
کہا شاہزادے نے محجوب ہو
تجھے سوزشِ دل کی ہے کیا خبر
یہ سنکر پری نے کہا میری جان
مگر مجکو آتا ہے اب یہ خیال
نہی ہے وہ معشوق رشکِ پری
سُرا خیر وہ آج کہ جائیگی
ہوا فکر میں غرق جب شہریار
اگر وصل سے بھی ہو دونا غم
تو ہو دور سب دلکا رنج و ملال
اگر اسنے مجھسے نہیں کی ہنسی
مجھے کسطرح اسپہ آئے یقین
مگر میں تو تمسے کہونگا یہی

بھلا مجھکو کہنے سے کیا فائدہ
اگر وہ نہ پہلے تو ہو جائے اب
کہ اور رونق کو اپنا بنائے نصیب
ملے تیری نیکی کا بدلا تجھے
لیا اپنے پیچھے لگا اک عذاب
انھیں دیجیے آپ لباس اُتار
اسے میں یہاں رات کو لاؤنگی
مگر ٹل جائیگا کام اے شہریار
تو پھر عاشقی کا نہ دعوے کرو
نہیں عاشقی کوئی خالہ کا گھر
گئے آپ بن عاشقِ نیمجان
ذرا سوچ کر بات منہ سے کہو
یہ مردوں کا ہے کام اے فتنہ گر
مناسب نہیں اب ٹھہرنا یہاں
کہ دیکھیگی وہ جب تمھارا یہ حال
کہ تھی جسکی تعریف کل تونے کی
مگر کل تو کہنے نہ پھر آئیگی
تو یوں آکے کہنے لگا جان نثار
تو فرماؤ پھر کیا کریں اور ہم
ہماری طبیعت ہو فوراً بحال
تو آتا نہیں یہ سمجھ میں مری
کبھی بات ایسی ہوئی ہی نہیں
پری نے نہیں آپسے کی ہنسی

کہا اُسنے ایسا ہی کردے خدا
یہ ہرگز نہیں ہے مجھے آرزو
یہ پچھلا جو فقرہ پری نے کہا
پری نے کہا اے شہِ نیکنام
غرض ہوچکا جب یہ ناز و نیاز
لباس شہی زیبِ تن کیجیے
مگر اس سے جس وقت ہو سامنا
یہ سنکر کہا اُسنے اے گلعذار
محبت نہیں کوئی آسان کام
مجھے اسپہ آئے نہ کیونکر ہنسی
محبت نہیں اے جوان اسکا نام
میں کہتا ہوں سچ تجھسے اے مہ جبین
یہ ہوتی نہیں باتیں کرنے ڈھالگیا
میں جاتی ہوں اب شام کو آؤنگی
تو ہنسکر کہیگی وہ تجھسے ضرور
سمجھ میں نہیں میری آتا جناب
یہ کہکر روانہ ہوئی وہ پری
کوئی دم میں ہونے کو ہے اب وصال
کہا شاہزادے نے اے جان نثار
مگر مجکو ہے فکر اس بات کی
کہ کیا ایسا جادو پری نے کیا
کہا اُسنے اے شاہ عالی تبار
کہ دو دور تم یہ پس و پیش سب

پری بھی یہی ہے خدا سے دعا
کہ ہو مبتلا غم میں وہ نازنین
تو سنتے ہی اُسکو یقین آگیا
کیا میں نے بیشک یہ ہے نیک کام
تو کہنے لگی اس سے وہ مست ناز
جواہر کا زیور پہن لیجیے
تو پھر خدا اپنا دل تھامنا
نہیں ہے مرا دل پہ کچھ اختیار
نہ لیتا کبھی پھر محبت کا نام
کہ ٹھنڈی ہوا جسکو ہیں لگ گئی
اسے لوگ کہتے ہیں نزلہ زکام
تجھے گفتگو کا سلیقہ نہیں
دیے پھر وہ والے نے بھی دو بچا
اُسی بھی یہاں رات کو لاؤنگی
اسی پر تو مرتی ہے اے بے شعور
میں کیا دونگی اس گل کو اسکا جواب
اسے فکر و تشویش پیدا ہوئی
طبیعت یہ کیوں آپکی ہے ملال
میسر اگر ہمکو ہو وصلِ یار
کہیں اسنے مجھسے نہ کی ہو ہنسی
جو ماں اُسنے کہنا پری کا لیا
جو چاہو کہو تم کو ہے اختیار
کرو اسکے آنے کا ساماں ابھی

اگر آگئی وہ تو عمدہ رہی بات / شب قدر سے جائیگی بڑھ یہ رات
نہ آئی اگر اسکو لے کر پری / تو پھر بھی سحر تک رہیگی خوشی

تصور میں دلبر کے جو شب کٹے / نہیں ہے وہ کم عید شب وصل سے
یہ سنکر کچھ اُسکی تسلی ہوئی / کہا اُسنے اچھا تمھاری خوشی

نہا دھو کے شاہانہ پہنا لباس / بدن پر ملا عطر ریحان و آس
لیے اُسنے دو چار زیور پہن / انگوٹھی کڑے ہار اور نورتن

غرض خوب بن ٹھن کے وہ شہریار / لگا کرنے اُس ماہ کا انتظار
نہ پایا تھا سورج بھی چھپنے ابھی / کہ پیدا ہوئی اسکو اک بیکلی

گئی اسقدر بیکلی اُسکی بڑھ / گیا شام ہی سے وہ کوٹھے پہ چڑھ
لگا کرنے پرستان کی جانب نظر / وہ عاشق گیا لیٹ اک کوچ پر

گئے جب گذر دو پہر رات کے / تو چھن چھن کی آواز آئی اسے
سُنا اُسنے جسوقت آواز کو / تو اُسکا کلیجہ گیا دھک سے ہو

نہ آئی تھی وہ روبرو بھی ابھی / مگر ہوگیا اسکا بے چین جی
ہوا اسکا دل جب بہت بیقرار / تو کہنے لگا دل میں یوں شہریار

یہ سنتے ہیں جنات ہیں تندخو / الٰہی بچانا مری آبرو
بڑا ہی تردد ہے اس بات کا / بغل میں ہے مہ جو دشمن مرا

کروں ایسے دشمن کا میں کیا علاج / غنیمت ہے گر بچ رہے جان آج
یہ کرتا ہی تھا دل میں باتیں ابھی / کہ وہ دشمن دین و جان آگئی

اُتر تخت سے آفت جان کے ساتھ / چلی آئی پکڑے ہوئے اُسکا ہاتھ
نظر آئی جب اُسکو وہ مہ لقا / تو مارے خوشی کے اچھل وہ پڑا

کہا اے دل مضطرب دم تو لے / خدا کے لیے آگئی فرصت تو دے
کہ دیکھوں میں اُس نازنیں کو ذرا / وگرنہ یہ ارمان رہجائیگا

بہانے لگی یوں اگر چشم تر / تو آئیگا پھر کچھ نہ مجھکو نظر
برائے خدا تو ذرا صبر کر / مجھے دیکھ لینے تو دے اک نظر

بڑھی جب وہ کچھ اور آگے ذرا / تو یوں راحت جان نے دل میں کہا
بلائیں ذرا اُسکی زلفوں کی لوں / لگا ڈگمگانے سے ہوسوں

اگر اس سے ہوگی وہ مجھپر خفا / تو آئیگا اس سے بھی مجھکو مزا
یہ کرکے ارادہ وہ اُٹھنے لگا / مگر خیر گذری نہ اُٹھا گیا

بدن میں نہ کچھ تاب طاقت رہی / گیا اسپہ چھا عالم بیخودی
غرض پاس جب آئی وہ مہ لقا / تو اُسنے پری کو اشارہ کیا

پری نے ذرا ہاتھ اپنا بڑھا / دیا اُسکے منہ سے دوپٹہ اُٹھا
اُٹھا منہ سے جسوقت اُسکی نقاب / نظر آگیا رات کو آفتاب

گئے شاہزادی کے تیور بدل / چلی جان اسکی بدن سے نکل
رہے ہوش اُسکے نہ مطلق بجا / بدن اسکا سب تھرتھرانے لگا

ہوا جب بہت صدمہ سے بے حال / پری کے گلے میں دیے ہاتھ ڈال
پری کا بنا اس سے بدتر تھا حال / لیا دل کو آہستہ گرچہ سنبھال

لیا گود میں اُسکو اپنی لٹا / دوپٹہ کے آنچل سے پنکھا کیا
اسے غش سے جب کچھ افاقہ ہوا / تو یوں مسکرا کر پری نے کہا

یہیں پان شاید بنگلے کا تھا / جو کھاتے ہی سر میرا پھرنے لگا
تمھیں بھی تو آتے تھے چکر کبھی / یہیں اسکا شاید سبب تھا یہی

یہ سنکر کہا اُسنے اجی ماہرو / نہ کر دل میں شک اپنے کچھ اور تو
نہ اٹھی تھی پہلے بھی تخت سے / یہیں یہ تو ہے تخت کا ہی اثر

وہ بولی ذرا آنکھ تو تو ملا / کہا جو نہیں جھوٹ اسمیں ذرا
حقیقت میں تھا آپ کا سر پھرا / غلط ہے کہ تھیں غش تو آیا تھا

اجی ہمکو اب آپ دیتی ہیں دم / بھلا ایسے دھوکوں میں آتے ہیں ہم
مجھے نازنیں تو نہیں جانتی / میں ہوں اُڑتی چڑیا کو پہچانتی

وہ دیکھا تھین جھوٹ کچھ فایدا
کوئی بات اب تو نہ مجھسے چھپا

مفصل سنادے مجھے حال دل
بس اب تو بتادے مجھے حال دل

مرض تو مری جان یہ ہو لاعلاج
مگر کچھ کرو دنگی مین اسکا علاج

پری جب ہوئی اسقدر مہربان
تو پھر کھلگئی اس سے آرام جان

کہا اسنے سچ تو بس ہے یہ بات
قیامت ہوئی ہے ستی مین یہ رات

نظر آئے رخسار جب چاند سے
مرے اے پری ہوش جاتے رہے

رہی مجھکو مطلق نہ اپنی خبر
خدا جانے کیا کیا گئی مجھ پہ گذر

اگر جانتی یہ کو مین اے پری
ارادہ ادھر کا نہ کرتی کبھی

محبت کا ہرگز نہ لیتی مین نام
انھین دور ہی سے مین کرتی سلام

ہین یہ تو جو کچھ ہوا سو ہوا
مگر مجکو رونا ہے اس بات کا

کہ دنیا مین اسدم تمھارے سوا
نہین محرم راز کوئی مرا

مگر تم ہو خود گھاؤ کھائے ہوئے
تپ غم کے صدمے اٹھائے ہوئے

تمھو آپ ہی جسکا اچھا مزاج
وہ اپنا کرے کیا ہمارا علاج

دکھاؤن کسے اب مین زخم جگر
رکھے کون پھاہا مرے زخم پر

سلیقہ خدا اسنے نہ اتنا دیا
کہ خود اپنے دکھ کی کرون مین دوا

سنایا اگر حال دل غیر کو
تو جاؤنگی دنیا مین بدنام ہو

چھپایا اگر تو یہ ہی مجکو ڈر
نہ پہونچے مری جان کو کچھ ضرر

تپش دل کی بڑھتی چلی دمبدم
اٹکنے لگا میرا سینہ مین دم

کھٹکتا ہو پہلو مین نشتر سا کچھ
کلیجہ پہ رکھا ہو پتھر سا کچھ

اگر جان جاکر بھی پیچھا چھٹے
تو منظور ہے جان دینی مجھے

اٹھایا یہ دکھ مجھسے جاتا نہین
کسی وقت بھی چین آتا نہین

یہ سنکر کہا اسنے آرام جان
خدا کے لیے بند کر اب زبان

نجانے کہین آنکھ اس گل کی کھل
نجانے کہین کھل نہ جا کوئی گل

اسی دکھ مین ہون گرچہ مین خود دکھی
مگر فکر ہے مجکو تیری بڑی

یہان اب توقف نفرماؤ تم
انگوٹھی بدل کر چلی جاؤ تم

زیادہ ٹھہرنا مناسب نہین
ہوا اور پیدا قباحت کہین

سمجھتی تھی سب کچھ وہ تھی ہوشمند
یہ بات اسکو آئی بہت ہی پسند

غرض اسنے لی جب انگوٹھی بدل
پری نے کہا آ مین ساتھ چل

وہ بولی مین چلنے کو تیار ہون
مگر کیا کرون کچھ مین بیمار ہون

مین پہونچائے دیتی ہون تمکو ابھی
کہا اسنے اچھا تمھاری خوشی

یہ کہکر وہ گھر کی طرف کو چلی
گئی کوچ کے پاس اٹھکر پری

اسے ہوش اتبک بھی آیا نہ تھا
اسی طرح بیہوش تھا وہ پڑا

برابر گئی بیٹھ یہ ماہرو
سونگھانے لگی زلف کی اسکو بو

منگا کیوڑہ منھ پہ چھینٹے دیے
سونگھائے کئی قسم کے نخلخے

جو کچھ ہو سکا اس سے اسنے کیا
مگر ہوش آیا نہ اسکو ذرا

رہی صبح تک اسپہ طاری غشی
پہ بیٹھی ہوئی پاس روتی رہی

ہوئی روتے روتے ادھر جب سحر
تو اسکو بھی کچھ ہوش آیا ادھر

یہ بولی کہ ہے آج کیسا مزاج
وہ بولا کہ مجھسے نہ کچھ پوچھو آج

کہون تجھ سے کیا مین غضب ہو گیا
مرا بخت جاگا تو مین سو گیا

سمجھ مین نہین کچھ بھی آتا مری
مجھے آج ہی نیند آنی کو تھی

کبھی رات بھر جو کہ سویا نہو
گیا دو گھڑی دن سے کیونکر وہ سو

کہون مین کسی اور کو کیون برا
گئی میری قسمت ہی آنکھین چرا

نہ ہمسا بھی ہوگا کوئی بد نصیب
کہ خود چلکے آئے ہمارا حبیب

مگر ہمکو اسکی خبر بھی نہو
رہین دو گھڑی قرب مین ہم پڑکے سو

بڑی مشکلون سے یہ آیا تھا دن
خدا ہی نے بس یہ دکھایا تھا دن

مگر حیف کچھ بھی نہ ہمسے ہوا
رہا دل کا ارمان دل مین بھرا

وہ بولی یہ سنکر نہیں ہے بجا / تمھیں چاہیے شکر کرنا ادا
اگر آپ کو غش نہ آتا حضور / تو جو کچھ کہا تھا وہ کرتے ضرور
وہ معشوق تھا کوئی نوکر نہ تھا / پسند اسکو آتا نہ یہ چوچلا
تمھارا بنا کام جاتا بگڑ / مجھے سنتے جو آفت وہ جاتی اکھڑ
کہا اسنے تو ہی بتا دے ذرا / مرا کام اب کون سا بن گیا
وہ بولی انگوٹھی تو دیکھو ذرا / مرا پھر یقین تمکو آجائیگا
نظر شاہ نے جب انگوٹھی پہ کی / تو دیکھا کہ ہے وہ کسی اور کی
انگوٹھی کو جھٹ اسنے بوسہ دیا / لیا اپنی آنکھوں سے اسکو لگا
کہا اسنے رو رو کے اے گلعذار / مکاں پر مرے پھر بھی آ ایکبار
نہیں میں نے دیکھا ہے اب تک تجھے / نہیں دل کے ارمان کچھ سر ہوئے
یہ سنکر پری نے کہا شہریار / زیادہ نہ اب ہوجیے بیقرار
نہیں ہے کچھ ایسی یہ دشوار بات / وہ آجائیگی جبکہ آئیگی رات
جو جیتی رہی میں تو پھر جاؤنگی / اسے آپکے پاس پھر لاؤنگی
دکھا دینگے اپنی کرامات ہم / کرا دینگے پھر بھی ملاقات ہم
کدھر ہو تو اے ساقی ماہرو / مرے آگے رکھو لا کے جام و سبو
رہے دخت رز بن لیلی نہاں / کہاں پھر یہ جوبن کہاں یہ [illegible]

دوبارہ قدم رنجہ فرمانا اسی معشوق صاحب جمال عاشق خصال کا آپس کی تقریر وصل کی تدبیر آفت جان کی شادی پہلی مبارکبادی

غرض جب ہوا وقت پھر شام کا / چلی باغ کو اٹھ کے مثل ہوا
گئی باغ میں جبکہ رشک چمن / تو کیا دیکھتی ہے کہ وہ گلبدن
لب جو روش پر ہے بیٹھی اداس / اکیلی ہے نوکر نہیں کوئی پاس
بہت جبکہ ہوتا ہے دل بیقرار / تو یوں اس سے کہتی ہے وہ گلعذار
رہیگا اگر بس یہی تیرا حال / تو پہلو سے ڈالونگی تجھکو نکال
ستایا ہے تو نے بہت ہی مجھے / نہ رکھونگی پہلو میں اب میں تجھے
نظر آئی آتی ہوئی جب پری / تو جلدی سے اٹھکر کھڑی ہوگئی
کہا واہ جی آپ نے خوب کی / خبر خوب لی تمنے آکر مری
نہ آیا یہ دل میں تمھارے خیال / بنا ہوگا فرقت میں کیا اسکا حال
نئی اس مصیبت میں ہے وہ پھنسی / نہیں عشق سے اسکو کچھ واقفی
نہیں محرم راز ایسا کوئی / کہانی کہے جس سے وہ درد کی
کہوں تم سے کیا حضرت دل کا حال / ہوا ہے مرا اب تو جینا محال
نہیں چاہتا میرا ہنسنے کو جی / مرے لب پہ آتی نہیں اب ہنسی
جو رو دوں تو آنکھوں سے جاری ہو خوں / تڑپنے لگے دل جو چپ ہو رہوں
طبیعت مری چڑچڑی ہوگئی / ہوا میرا دنیا سے بیزار جی
مرے جیب و داماں میں جھٹکا تھا تار / تو اک شغل تھا مجھکو اے غمگسار
مگر جب سے اسکا ہوا فیصلا / تو وہ شغل بھی ہاتھ سے جاتا رہا
نہ ہے بھوک مجھکو نہ ہے مجھکو پیاس / طبیعت مری ہے بہت ہی اداس
اجی تم تو اس فن میں استاد ہو / بتا کوئی تدبیر ہمکو بھی دو
کہا اسنے میں آپ بیمار ہوں / اسی درد میں خود گرفتار ہوں
یہ وہ چیز ہے جس میں اے نازنیں / فضیلت کسی کو کسی پر نہیں
برابر ہیں نالہ میں فریاد میں / نہیں فرق شاگرد و استاد میں
مجھے کچھ بھی آتا اگر اے بہن / تو جاتی نہ میں غم کی تصویر بن
مگر اتنا کہتی ہوں اے گلعذار / وہ اسکی ہے شرط وصل یار
ابھی پھر ترا جائیگا جی بہل / مرے ساتھ پھر تو ذرا آج چل
وہ حیلہ تو پہلے ہی تھی ڈھونڈھتی / کہا گر یہی ہے تمھاری خوشی
تو انکار مجھکو بھی زیبا نہیں / میں تیار بیٹھی ہوں اے نازنیں

یہ کہکر ہوئی تخت پر وہ سوار
سنی اُسنے آواز جب تخت کی
اُتر تخت سے آئی آرام جان
کہا اُسنے ہو آپ کو ختیار
یہ فتنہ ہی ہرگز نہ اسکو جگا
یہ حالت جو دیکھی تو بولی پری
یہ سنکر پری سے وہ کہنے لگی
سمجھتی ہون اپنا تجھے پیشوا
کہے تسے پھر جذبہ شوق جو
یہ سنکر گئی چارپائی کے پاس
پڑی اُسکے چہرے پہ جسدم نظر
غرض جب ہوئے ہوش اسکے بجا
دیے اُسنے ہاتھ اسکی گردن میں ڈال
کہا اُسنے کرتی ہو کیا نازنین
پکڑ شاہزادے سے ہاتھ اسکی لی
نہ جایا گیا اُسنے اُٹھکر تو اے دلربا
کہا شاہزادی نے بس بس خبر یک
بہت جب ہوئی شاہزادی خفا
اگرچہ مین یہ بات ہون جانتا
مگر ہو نہ شغل ور آغاز پر
اگر مجکو ہوگی شہادت نصیب
کہا شاہزادہ سے اے مہ جبین
غنیمت سمجھ صحبت دوستان

روانہ ہوئی جانب کوے یار
نظر اسکی جب اُس پری پر پڑی
پری سے کہا اُسنے اے مہربان
گلے سے لگا کر کرو خوب پیار
نہ ناحق کا روگ اپنے پیچھے لگا
ارے مین نے تو تجھ سے کی تھی ہنسی
کر و اتنا احسان اب اور بھی
جگاؤن اسے کس طرح سے بتا
یہی بات تم نے تامل کرو
کیا دل مین پھر کچھ نہ خوف و ہراس
رہی اسکو مطلق نہ اپنی خبر
تو اُس گل کا اک اُسنے بوسہ لیا
رگڑنے لگی گال سے اپنا گال
نہ چھل جائین رخسار تیرے کہین
کہا لیکے دل اب کہان کو چلی
نہو تو مرے جاگنے سے خفا
ارے ہوش مین آ نہ اتنا بہک
تو جھٹ اُسنے قدمون پہ سر رکھدیا
کہ جو کچھ کرو تم کو سب روا
ذرا انکے انجام پر کر نظر
تو تمکو بھی ہوگی ندامت نصیب
تجھے نازیبا مناسب نہین
کہ گل پنجۂ زر است در بوستان

ادھر شاہزادے کو تھا انتظار
تو سنتے ہی وہ دم بخود ہو گیا
اگر حکم ہو تو جگاؤن اُسے
اگر میرے دلکی جو پوچھے کوئی
یہ سنکر اسے کچھ تامل ہوا
نہین تو مری دلگی پر نہ جا
رہ عاشقی اب دکھاؤ مجھے
کہا پاس جا اُسکے اے مہ لقا
نہ اب مجھسے کسی بات کی شرم کر
دو وپٹہ دیا اُسکے منہ سے اُٹھا
بہت دیر سکتے کا عالم رہا
یکے بند آنکھین تھا وہ جانکر
لپٹ ہی گئی جبکہ وہ مہ لقا
یہ سنتے ہی اُسنے لیا منہ پھرا
مرے حق مین بہتر تھی وہ بیخودی
تجھے رنج پہونچا ہو کس بات سے
ذرا آدمی بنکے بیٹھو پرے
بڑی عاجزی سے کہا اے صنم
ستم ظلم و بیداد جور و جفا
ابھی تجکو معلوم ہو جائیگا
پری نے یہ جسوقت جھگڑا سنا
تجھے چاہیے شکر پروردگار
کسو کچھ نہ اسوقت تم نسخت

تڑپتا تھا بستر پہ سیماب وار
بہانہ کیا جان کر سو گیا
گلے سے مین اپنے لگاؤن اسے
تو مین اُس سے بیشک کہونگی یہی
جھجک کر لیا سیج مین سر جھکا
اسے شوق سے جا کے دے تو جگا
طریق محبت سکھا دے مجھے
دو پٹہ کو دے اُسکے منہ سے ہٹا
نہین ہون تیری ہمدرد اے پری
لگی دیکھنے حسن اُس ماہ کا
رہا ہوش بالکل نہ سر پاؤن کا
یہ سمجھی کہ سوتا ہے وہ بیخبر
تو اُسکو نہ یارا رہا ضبط کا
کھسکنے کا دان سے ارادہ کیا
کہ تو میرے پہلو مین بیٹھی تو تھی
ابھی پھر مین سو جاؤن گر تو کہے
یہ بندی کو بھاتے نہین چوچلے
نہ کر جان عاشق پہ اتنا ستم
یہی ہین حسینون کے ناز و ادا
کہ ہے ایسی باتون کا انجام کیا
نہ خاموش اُس سے رہا پھر گیا
کہ حاصل ہوا آج دیدار یار
کبھی پھر جھگڑ لینا فرصت کے وقت

اُٹھا وصل کا لطف تو اس گھڑی
جدائی کی سر پر گھڑی ہو کھڑی

یہ کہکر وہ لائی صراحی اٹھا
کہا شاہزادے سے پی اور پلا

مہیا ہیں سامان عیش و طرب
توقف مناسب نہیں تم کو اب

اسی سے ہے کچھ زندگی کا مزا
ذرا اسکو لے اپنے منہ سے لگا

کسی اور کو دیجیے گا یہ جام
ابھی میں سمجھتی ہوں اسکو حرام

بس اب ہاتھ اپنا ادھر کو بڑھا
چڑھا جا تامل نہ کر اب ذرا

کہا آپ کی آمین ہے رائے کیا
سمجھتی ہو اچھا اسے یا بڑا

حقیقت میں یہ چیز تو ہے بری
ملے بے طلب تو نہ چھوڑے کبھی

غرض جب پیا اُسنے جام شراب
ہوا دور سب اسکا شرم و حجاب

عجب شان ہے تیری اے کبریا
دیا تو نے آنکھوں سے یہ دن دکھا

دعا مانگتا تھا یہی رات بھر
خدایا دکھا جلد روئے سحر

یہ کہکر کہا اُسنے آرام جان
سنو تم ذرا اب مری داستان

کبھی میں نے آنکھوں سے دیکھا نہ تھا
مگر تھی مری جان تم پر فدا

تصور میں آنکھوں میں میرے
بسے ہر جگہ آپ ہی آپ تھے

شب وصل گو آج حاصل ہوئی
مگر دل کی حالت ہے ابتک وہی

یہ سنکر لیا اُسنے تو سر جھکا
مگر آفت جان نے ہاں یوں کہا

انھیں پاس تھا ننگ و ناموس کا
انھیں دشمنوں سے بہت خوف تھا

نہیں یاں کوئی جس سے کچھ شرم ہو
جو کچھ تمکو کہنا ہو اُنسے کہو

مخاطب پھر اُس گل سے ہو کر پری
لگی کہنے فرمائیں کچھ آپ بھی

کہا اُسنے ہے میری خواہش یہی
کہ دیکھا کروں تمکو بیٹھی ہوئی

اسی میں اگر ہے تمھاری خوشی
تو ہمنے اجازت تمھیں اسکی دی

تمھاری تو حاصل ہوئی اب مراد
مرے دل کو بھی کیجیے آج شاد

بجانے لگے شور مرغ سحر
سپاہی نے ٹن ٹن بجایا گجر

ارے صبح جسوقت ہو جائیگی
تو پھر بات کوئی نہ بن آئیگی

شب ماہ ہے صحن گلزار ہے
مئے ناب ہے صحبت یار ہے

یہ سنتے ہی اک جام اُسنے بھرا
کہا شاہزادی سے اے دلربا

کہا شاہزادی نے منہ پھیر کر
نہیں ہمنے پی ہے کبھی عمر بھر

کہا شاہزادے نے ہے یہ محال
جوانی ہوا اور پھر ہو ایسا خیال

سنا اُسنے جب یہ تو وہ دلربا
مخاطب پری سے ہوئی اور کہا

وہ بولی عبث تجکو انکار ہے
خدا دہر ستار غفار ہے

یہ سنکر لیا اُسنے ساغر اُٹھا
گئی پھر وہ ساغر کو غٹ غٹ چڑھا

بہت دل میں خوش شاہزادہ ہوا
اُٹھا کر فلک کی طرف سر کہا

کبھی وہ زمانہ بھی تھا اے خدا
کہ رونے ہی سے رات دن کام تھا

مگر آج ہے یہ ہماری دعا
سحر تا قیامت نہو یا خدا

کیا عشق نے ہے مرے دل میں گھر
میں رہتا ہوں بے چین آٹھوں پہر

نہ بھاتا تھا کھانا نہ پینا مجھے
ہوا بلکہ مشکل تھا جینا مجھے

نہ آتے یہاں آج بھی تم اگر
تو میں جان سے اپنی جاتا گزر

ادب سے نہیں کچھ بھی کہتا ہوں میں
و گرنہ بھری حسرتیں دل میں ہیں

یہی حال انکا بھی ہے اے حضور
مگر شرم سے یہ رہیں تمسے دور

اگر ڈر نہوتا تو اے مہربان
یہ ابتک کئی بار آتیں یہاں

کہا کیا جو کہنا ہو اب کہہ ہی دوں
میں بوسے کا اُنسے طلبگار ہوں

کسی سے نہ بس شرم اب کیجیے
جو ہو مدعا صاف کہہ دیجیے

یہ فقرہ جو آرام جان نے جڑا
تو یوں مسکرا کر پری نے کہا

مگر ایک میری بھی ہے التجا
اسے بھی تو اب آپ مانیں ذرا

محبت کی ہوتی تھیں باتیں یہاں
کہ اتنے میں دیدی کسی نے اذان

سنی شاہزادے نے جسدم اذان
تو کہنے لگا رو کے وہ نیمجان

بگاڑا بنا کام تقدیر نے
کہا دیو زاہد کی تکبیر نے
ابھی تو بجا شام کا تھا گجر
ابھی کس طرح ہو گئی پھر سحر
کہا شاہزادی سے حیران ہوں
سمجھ کام کرتی نہیں کیا کہوں
گجر رات سے آج کیوں بجگیا
مؤذن کو کیوں آج سودا ہوا
بہک کیوں گیا آج مرغ سحر
ابھی تو رہی رات ہے دو پہر
کہا آفتِ جان نے ای نازنین
نکل آئے دیکھو یہ سورج کہیں
اگر ہو ٹھہرنا تو ہے اختیار
وگرنہ بس اب گھر کو جلدی سدھار
یہ سنتے ہی منھ اسکا فق ہو گیا
جگر نشتر غم سے شق ہو گیا
وہ کرتی ہی کیا اور مجبور تھی
دم سرد بھر کر کھڑی ہو گئی
کہا شاہزادہ سے ای دلربا
مرا جی تو جانے کو کرتا نہ تھا
مگر کیا کروں آبرو کا ہے ڈر
چلی اسلیے میں تجھے چھوڑ کر
میں آنے کا صبح اگر پاؤنگی
تو کل رات کیوقت پھر آؤنگی
یہ کہکر پری سے کہا آ بہن
مرے گھر مجھے جلد پہونچا بہن
پری نے بٹھا کر اُسے تخت پر
اُسی وقت پہونچا دیا اُسکے گھر
اُسے آئی پہونچا کے جب وہ پری
بہت خوش ہوا شاہزادی کا جی
کہا آفتِ جان سے ای دلربا
نہیں تجھسا دیکھا کوئی باوفا
کیا تو نے احسان اتنا بڑا
نہ ہوگا کبھی یہ شکر جسکا ادا
یہ سنکر وہ بولی کہ اچھا ملا
مری جانفشانی کا مجکو صلا
اگر آپ کا دل بہت خوش ہوا
تو ہمکو کہو کیا ہوا فایدا
ہوئے تم اگر میرے ممنون ہو
تو اب اپنے وعدے کو پورا کرو
کہا راحتِ جان نے او نیک خو
میں وعدہ کو پورا کرونگا ضرور
جو کچھ تو کہیگی کرونگا وہی
مقدم ہے اب مجکو تیری خوشی
یہ سنکر بہت خوش ہوئی وہ پری
گئی ماں کی خدمت میں دوڑی ہوئی
کہا دیر بس اب نہ کچھ کیجیے
مرا بیاہ جلد اس سے کر دیجیے
یہ سنکر نبی جان نے اُس سے کہا
بہت خوب بس کل ہی ہو جائیگا
میں کرتی ہوں سامان اسکا ابھی
فقط تیرے کہنے ہی کی دیر تھی
دلش شادمان شد ز گفتار او
بآرایشِ کاخ بنہاد رو
بیاراست ایوان نہا چون بہشت
گلاب و می و مشک عنبر سرشت
بسلطے بیفگندہ پیکر زر
زبرجد یہ دیبا فتہ سر بسر
غرض کرکے شادی کی تمہید ادا
پری کا دیا عقد اُس سے پڑھا
دران نو جوان دا دلش دخت نو
بدین سان کہ بودست آئین کیش
در ایوان یکے تخت زرین نہاد
بآئین و آرایشِ چین نگار
ہمہ پیکرش گوہر آگندہ بود
میانش گہر نقشہا کندہ بود
ز یاقوت مرصع را پایہ بود
کہ تخت شہان لوہرا یہ بود
بیاراست آن دخت را چون بہشت
بخورشید بر جادوئیہا نوشت
نشاندند اندرون خانۂ زرنگار
کسے را بہ آنجا ندادند بار

بس اب میں لکھوں بعد کا حال کیا
سمجھ جائیے دل میں جو کچھ ہوا
ادھر ہو تو اے ساقیِ باہوش
پلا مے کہ آنے لگا مجکو غش
کہ گیسوؤں کا نہ مطلق خیال
پڑے شیشۂ دل میں پھر کیونکہ بال

مطلع ہونا آرام جان کا اس تازہ واردات سے اور اغماض کرنا ناراض ہوکر نوشہ میاں کی ملاقات سے

کہ بس سے اب اُسکی شادی ہوئی
ز سر تا قدم نور ہی نور تھی
نہ تھی حسن میں شاہزادی سے کم
حقیقت میں بے مثل تھی وہ صنم
چونکہ عاشق تھا یہ مہر پر
نہ کرتا تھا اُس بت کی جانب نظر
اسے آجتک یہ خبر ہی نہ تھی
کہ بے مثل ہے حسن میں یہ پری

اسے غور سے اب جو دیکھا ذرا — تو سو جان سے اس پہ عاشق ہوا
لگی روز تک جب نہ آئی پری — تو آرام جان کو ہوئی بیکلی
خور و خواب و آرام چھٹ گیا — مزہ زندگی ہی کا جاتا رہا
گئے اسطرح جب کئی دن گذر — کیا اسکی آہ رسا نے اثر
تب غم کہیں کام ہی کر نہ دے — کہیں خنجر اپنے نہ وہ مار لے
لگے آپ کیوں شاہزادی کو بھول — ہوئے کسلیئے آپ اس سے ملول
مجھے شاہزادی کی دوری ہے شاق — مجھے اس سے ملنے کا ہے اشتیاق
نہیں دل سے ہم اپنے بھولے اسے — مگر اک سبب تھا جو خاموش تھے
پری مسکرا کر روانہ ہوئی — مگر باغ کے جب وہ اندر گئی
محبت اسے شہ سے ہے کسقدر — مجھے کیا سمجھتی ہے یہ سیمبر
لگی جھانکنے جب یہ رشک قمر — تو آیا عجب حال اسکا نظر
جب آتا ہے کچھ ہوش اسکو ذرا — تو پڑھتی ہے یہ شعر وہ دلربا
یہ کہتی ہیں رو رو کے ہمجولیاں — ذرا ہوش میں آ تو آرام جان
چمن کی ذرا چلکے کھا تو ہوا — ترا رنج و غم کچھ تو کم ہو بھلا
گڑھے تیری آنکھوں میں ہیں پڑ گئے — گنی جاتی ہیں پسلیاں دور سے
یہی رات دن کا ہے رونا اگر — تو اے مہ جبین جان سے صبر کر
نہیں عشق کو ہم سمجھتے برا — زمانہ میں لاکھوں نبھے ہے یہ کیا
تمہارا بنا اسکے پیچھے یہ حال — نہیں اسکو مطلق تمہارا خیال
نہیں بھولتی ایک دم تو اسے — نہیں یاد کرتی کبھی وہ تجھے
اری جب نہیں اسکو تیرا خیال — تو ایسی پہ بس تو بھی اب خاک ڈال
زیادہ نہیں اب کرو دل لگی — زبان کو سنبھالو بہت ہو چکی
خدا جانے کیا اسپہ آئی بلا — خدا جانے گذرا ہے کیا حادثہ
اگر باز رکھتا اسکو کوئی — نہ آنے سے رکتی کبھی وہ پری

ادھر کا تو یہ حال تم نے سنا — ادھر کا بھی اب حال سنیے ذرا
ہوا اسکی آنکھوں سے دریا رواں — لگی کرنے ہر وقت شور و فغان
شب ہجر جسکی سحر ہی نہیں — بسر رو کے کرتی تھی وہ نازنین
پری کو یہ اک روز آیا خیال — ذرا دیکھیے چلکے اسکا بھی حال
کہا راحت جان سے اے دلربا — کہو سچ کیا تم نے یہ کام کیا
اجازت مجھے آج دو تم اگر — تو میں جا کے لے آؤں اسکی خبر
کہا اس نے ہاں تو اسی وقت جا — خبر کیا جو ممکن ہو تو اسکو لا
نہ تھا یہ تغافل نہ تھی یہ خطا — ترا امتحان ہمکو منظور تھا
تو اسوقت یہ اسکو آیا خیال — کہ چھپکر ذرا دیکھیے اسکا حال
دبے پاؤں یہ وہاں سے آگے بڑھی — کھڑی لگ کے دیوار سے ہو گئی
پڑی بستر غم پہ ہے بے حواس — خواصیں ہیں بیٹھی ہوئی آس پاس
دیا وصل نے درد دل کو بڑھا — دوا سے مرض اور دونا ہوا
خدا کے لیے اٹھ کے منہ ہاتھ دھو — نہ رو رو کے یوں مفت میں جان کھو
ترا منہ ذرا سا ہے آیا نکل — تری شکل بالکل گئی ہے بدل
بہاتی ہے آنکھوں سے جو اشک تو — جلے خون کی ہمیں آتی ہے بو
نہ کھاتی ہے تو کچھ نہ پیتی ہے تو — خدا جانے کسطرح جیتی ہے تو
ہے جینے ہی خود اسکا چکھا مزا — الو کہا مگر عشق ہے آپ کا
تمہیں کھانا پینا ہوا ہے حرام — اسے اپنی ہے عیش و عشرت سے کام
محبت اسے کچھ بھی ہوتی اگر — تو آتی وہ سو بار خود تیرے گھر
ملامت بہت جب خواصوں نے کی — تو آرام جان چلکے کہنے لگی
نہ ہرگز پری کو کہو تم برا — بگاڑا نہیں اس نے کچھ آپ کا
وگرنہ پری سے یہ ممکن نہ تھا — کہ لیتی وہ یوں دفعتہ منہ چھپا
مری مجھ سے بڑھکر وہ غمخوار ہے — وہ جان تک بھی دینے کو تیار ہے

رہا شاہزادہ سو کرتا وہ کیا
مین یہ بات بھی فرض کرلون اگر
نہین اسکی جانب سی ہم بدگمان
پری نے جو یہ حال دیکھا برا
مریضونکی صورت بنا کر کہا
کہا اُسنے آواز پہچان کر
میسّر ہو یون تجکو وصلِ حبیب
بہن تونے یہ کام اچھا کیا
مگر بات سچی تو ہی یہ لو ا
کہا آفتِ جان نے ای نازنین
تو ہرگز ترے پاس آتی نہین
نہین یان کسی قسم کا بھی خیال
اُٹھائے نہ فرقت مین رنج و محن
اگر تونے ای شوخ اچھا کیا
خداوند نہین جبکہ تجھسے مجھے
کہا مین نے جو کچھ ہنسی مین کہا
یہ ہو سکتا تھا مجھسے ای میری جان
ترا جیسی جی چاہے لیلے قسم
رہی میری باقی جتنی زندگی
نہ بھی تھی نہ ہوگا کچھ دل مرا
ہو نسے پرہیز کرتے مین سب
اسکے گلے سے جھپٹ کر کہا
لبی بات نے منشا یہ تھا

کسے وہ مرے پاس تک بھیجتا
کہ اُسکو ہماری نہین کچھ خبر
اری ہمپہ ہی وہ بہت مہربان
تو یارا نہ اُسکو رہا ضبط کا
کہو ہمسے کیا حال ہی آپ کا
اجی کس طرح آپ آئین ادھر
گلا کچھ نہین اپنے اپنے نصیب
کہ منھ تو دیا تونے اپنا دکھا
تجھے ایسی باتونسے مطلب ہی کیا
جنون تو نہین ہوگیا ہی کہین
تجھے اپنا قصہ سناتی نہین
مگر اسپہ بگڑا ہی تمھارا یہ حال
گئی ایکدن مین تو معشوق بن
کہ اکدم مین چھین اُسکو مجھسے لیا
تو مین پھر جلون دیکھکر کیون تجھے
خدارا مری بخشدے تو خطا
کہ ہون شرمندہ اور نہ آؤن یہان
اگر گھر سے رکھا ہو باہر قدم
ہوئی جو بیکایک مین پھر اٹھ کھڑی
یہان آکے انعام اچھا ملا
یہی تیرے اغماض کا ہی سبب
اری مجھسے کیون ہوگئی تو خفا
ترے دلکا معلوم ہو مدعا

مکان بھی مرا اُسنے دیکھا نہ تھا
تو یہ اپنے نالہ کی تاثیر ہی
یہ کہتے ہی دل ہوگیا بیقرار
وہان سے وہ کچھ اور آگے بڑھی
ہوا کیا کہین بدمزہ تیرا جی
تجھے کس طرح اتنی فرصت ملی
بس اب آخری وقت ہی یہ مرا
غنیمت سمجھتی ہون مین ای پری
کوئی عشق مین گرمرا یا جیا
ذرا دل مین تو سوچ ای مست ناز
رقابت کا ہوتا اگر ڈر مجھے
اُسے دیکھتے ہی تو ای دلربا
دیا ہمنے اُس بت کو ای گلعذار
مبارک ہو تجکو ہی وہ نازنین
یہ سنکر لگی کہنے آرام جان
کہا آفتِ جان نے ای سیمبر
کئی دن سے آتا ہی مجکو بخار
قسم مجکو کھانے کی یا ننگ ہی
افاقہ جو کچھ آج مجکو ہوا
مگر مجکو کچھ اِسکا شکوہ نہین
پری نے غرض جب یہ چھپا دیا
یہ تقریر اُلجھی ہوئی ای پری
سوا اتنا بھی جب مین نے تجھسے کہا

جو خود ہی مرے گھر وہ آتا چلا
ہماری ہی کچھ اسمین تقصیر ہی
لگی رونے وہ مہ جبین زار زار
سرہانے ہوئی آ کے آکر کھڑی
جو ہی چارپائی پہ تو یون پڑی
جو تو آج آئی یہان ای پری
نکل بس کوئی دم مین اب دم چلا
نکل ایک تو دل کی حسرت گئی
تجھے اس سے کیا تری جانے بلا
جو ہوتا چھپاتا مجھے اپنا راز
تو اُسسے ملاتی ہی کیون مین تجھے
الگ گوشت ناخن سے کرنے جدا
دل و دین و ایمان و صبر و قرار
نہین اس سے ملنے کی خواہش نہین
خفا مجھپہ ہوتی ہی کیون بے ملال
ذرا اپنے دلمین تو انصاف کر
دیا درد سر نے ہی بالکل ہی مار
گئی منھ مین آ رُک کر ناک کھیل بھی
تو سیدھا ترے گھر کا رستہ لیا
سمجھتی ہون مین بات ای نازنین
وہ شعلہ جو بھڑکا ہوا تھا دبا
بری تجکو معلوم شاید ہوئی
کہ مجبور لوگون نے مجکو کیا

وگرنہ مرے دلمیں کچھ نہ تھا — تری بخشش سے اے پری تو خفا
اگر تمنے غصہ میں کچھ کہدیا — تو میرا بگڑ ہی گیا اس سے کیا
محبت ہی ہے وہ آجکل بیقرار — کئی دن سے ہے آپ کا انتظار
نہانے گئی اٹھ کے وہ سیمبر — بنا برج حمام برج قمر
پھر اسچونکہ شر ہی طبیعت میں تھا — منگا عطر فتنہ بدن پر ملا
غرض کر چکی خوب جب وہ سنگار — روانہ ہوئی تخت پر ہو سوار
بٹھا اسکو اور اسکو اک پیچ پر — پری آئی کوٹھے سے نیچے اتر
تامل کی فرصت نہ دی شوق نے — توقف کی مہلت نہ دی ذوق نے
وہ بولی نہ بس ہاتھا پائی کرو — پرے ہٹ کے بیٹھو الگ ہی رہو
بڑھا جب یہ آگے وہ پیچھے ہٹی — کہا اسنے جب کچھ خفا وہ ہوئی
کہا اسنے اب مجھکو ہے کسکا ڈر — کہا اسنے کمبخت کچھ شرم کر
کوئی دم میں ہونے کو ہے اب سحر — خدا را مرے حال پر رحم کر
نہ تھا ختم جھگڑا ابھی یہ ہوا — فلک نے دیا اور ہی گل کھلا
نظر اسمیں آئی جو مہندی لگی — تو غصہ سے شعلہ بھبوکا ہوئی
جمایا ہے یہ کس رنگیلے نے رنگ — سنوں میں بھی ہے کون وہ شوخ و شنگ
پری نے دیا ہوگا سب کچھ بتا — چھپانے سے اب میرے کیا فائدا
یہ سنتے ہی اسنے لیا منھ پھرا — کہا اب نہ دیکھونگی میں منھ ترا
ہوا اب سے پہلے جو کچھ سو ہوا — تعلق نہیں تمسے اب کچھ مرا
بہانہ سے دریافت بھی تھا کیا — دیا اسنے لیکن نہ کچھ بھی بتا
خدا ایسے معشوق کو موت دے — جو عاشق کی اپنے خبر تک نہ لے
ترے عشق میں یہ بنا میرا حال — تجھے میرا اب تک نہیں کچھ خیال
بھرینگے نہ اب ہم محبت کا دم — نہ کھینچینگے اب مفت میں جان ہم
نہ تکلیف دونگی تمہیں پھر کبھی — مبارک ہو تمکو تمہاری پری

کہا آفت جان نے اے دلربا — میں کس بات پر تجھسے ہوتی خفا
یہ قصہ نہیں کام کا چھوڑ دو — مرے ساتھ تشریف اب لے چلو
یہ سنتے ہی فوراً ہوئی اٹھ کھڑی — کہا آپ ٹھہریں میں آئی ابھی
نہا کر کیے اسنے سولہ سنگار — تھی غیرت ماہ وہ گلعذار
پہن ایک پوشاک لی جگمگی — لبوں پر جمائی مسی کی دھڑی
نہ پائے تھے بارہ بھی بجنے ابھی — کہ پہنچی وہاں اسکے گھر پری
ہوا دور جب خرخشہ غیر کا — تو باقی نہ صبر و تحمل رہا
پکڑ ہاتھ اس غیرت ماہ کا — کہا آ گلے سے تو لگ جا ذرا
ادھر زور تھا جذبۂ شوق کا — ادھر اسکو مانع تھی شرم و حیا
وہ رویا تو یہ مسکرانے لگی — ہنسا وہ تو یہ منھ بنانے لگی
نہ منظور جب اسکا کہنا ہوا — تو یوں ہاتھ باندھ کر یہ کہنے لگا
ستانا ہی منظور ہے گر تجھے — تو خنجر گلے پر مرے پھیر دے
وہ حیرت سے اسکو جو تکنے لگی — کہیں ہاتھ پر بھی نظر جا پڑی
بگڑ کر لگی کہنے اے بیوفا — یہ مہندی لگی کیوں مجھے بھی بتا
یہ سنکر وہ پہلے تو چپ ہو رہا — مگر دل میں پھر اپنے کہنے لگا
غرض سوچکر اپنے دلمیں یہ بات — سنائی اسے اسنے سب واردات
اسی پر کرو جان اب تم فدا — مرے آپ پر بس وہی مہ لقا
میں پہلے ہی آج اسکا منھ دیکھکر — یہ سمجھی تھی پیدا ہوا کوئی شر
کرے ایسے عاشق کو غارت خدا — اٹھائے نہ جو ناز معشوق کا
محبت نہ ہو دونوں جانب سے گر — تو لعنت خدا کی ہے اس عشق پر
اگر تمکو ہے وہ پری ہی عزیز — تو ہمکو بھی ہے جان اپنی عزیز
ٹھہرنے کا اب یاں بھلا کیا ہے کام — میں گھر اپنے جاتی ہوں صاحب سلام
یہ سنکر کہا اسنے اے نازنیں — خفا آپ کس بات پر ہو گئیں

بھلا اُسکو مجھ سے نسبت ہی کیا
میں تجھ پر فدا ہوں وہ مجھ پر فدا

جلانا اگر میرا منظور ہے
ستانا اگر میرا منظور ہے

کہا شاہزادی نے ای بیوفا
مرے سامنے اب باتیں بنا

کہانی بڑی رات چھوٹی سی تھی
اسی گفتگو میں سحر ہو گئی

وہ بولی ادھر آ ذرا آج ہم
اری تیرا لو چھینگے بایاں قدم

پری کیا غضب شرارت ہے تو
شرارت نہیں بلکہ آفت ہے تو

بہانہ مرض کا بھلا کیوں کیا
مجھے مفت میں تو نے دم کیوں دیا

اری کچھ میں ایسی تو بھوکی نہ تھی
کہ میں منہ سے لقمہ ترے چھینتی

لگی عشق کی آج زنجیر ٹوٹ
گئی جان قید محبت سے چھوٹ

مرض واقعی میرا تھا لاعلاج
مگر ہو گیا آج اُسکا علاج

نہیں دلمیں اب میرے ارمان تو
یہ کر میرے جوڑے پہ احسان اور

یہ تقریر الجھی ہوئی جو سنی
تو سنتے ہی فوراً سمجھ وہ گئی

کہا اُسنے جھنجھلا کر ای بدزبان
بتا سچ گئی عقل تیری کہاں

اگر تجھکو لڑنا ہے تو اُس سے لڑ
خدا کے لیے میرے پیچھے نہ پڑ

اگر آپ کو گھر ہی جانا ہے اب
تو جاؤ تمھیں ہمنے روکا ہے کب

بیرا کرنا نہ اب انتظار
نہیں مجکو فرصت اب ای گلعذار

گا گفت اور اُسپہ ہو جھٹ سوار
روانہ ہوئی گھر کو وہ دلفگار

وہ طالب ہے تم میری مطلوب ہو
وہ عاشق ہے تم میری محبوب ہو

تو پھر اس بہانہ کی حاجت ہے کیا
کہو صاف جو دل کا ہے مدعا

کدورت جو ہے دل میں بیٹھی ہوئی
بھلا ایسی باتوں سے وہ کب مٹی

سحر ہوتے ہی آ گئی وہ پری
کہا اُسنے آرام جان بندگی

میں ہوں عمر بھر عورتوں میں رہی
مگر میں نے تجھسی نہ دیکھی کوئی

زسرتا قدم ہے بھرا تجھ میں شر
مجھے تیرے دیدے سے آتا ہے ڈر

اری کیوں نہ پھوٹا یہ منہ سے ترے
کہ ہم آج جو تھا اُسے کر چکے

مگر خیر اچھا ہوا ای پری
کہ میں آج سے آدمی بن گئی

بہائیگی آنسو نہ اب چشم تر
چھٹے گا نہ اب رنج و غم سے جگر

یہ کہکر کہا بس خدا کے لیے
مجھے آپ پہنچا میں اب گھر مرے

یہاں جیتے جی اب نہ آؤنگی میں
کہا ہے جو تجھکو دکھاؤنگی میں

گیا اُسپہ کھل حال شادیکا کل
کھلایا ہے یہ شاہزادے نے گل

میں عاشق نہیں تیری ای ماہرو
نہ کر ایسی باتیں مرے ساتھ تو

بگاڑا نہیں میں نے کچھ بھی ترا
لیا گھیر کیوں تو نے پیچھا مرا

جو آنے کو چاہے کبھی تیرا جی
تو آنا یہاں بے تکلف چلی

پری نے جو یہ بات جلکر کہی
تو یہ سن کے وہ اور بھی جلگئی

ستانے کو عاشق کے وہ ڈال چلی
چلی والسے یہ شعر پڑھتی ہوئی

ن کسطرح دلمیں ب شاد ہم
ہوئے قید سے آج آزاد ہم

بیمار ہونا اُس مریض محبت کشتۂ انتظار کا معالج ہونا جان نثار کا آفت جان کی چالاکی کا بیان ہے نئی داستان ہے

تھ ہو تو ای ساقی بیخبر
پلا مجکو ہوں دور داغ جگر

ایک دو جام سے تیز سے
کہ بیمار ہوں صرف پرہیز سے

ہو سکے جب اپنے گھر وہ گئی
تو کچھ اور ہی اسکی حالت ہی

ضطرب نے نہ سونے دیا
سحر تک برابر ستاتا رہا

شب ہجر ای دل یہی
تو بس صبر کر اب سحر ہو چکی

رہی رات باقی تو تھوڑی ہی تھی
مگر کاٹنی وہ بھی مشکل ہوئی

ستانے لگی جب بہت بیکلی
تو رو رو کے یوں دل سے کہنے لگی

اگر صبح بالفرض ہو بھی گئی
تو کچھ تجکو حاصل نہ ہوگی خوشی

وہ دیگی تجھے اور بھی رنج و غم ‏— نہوگی وہ صبحِ قیامت سے کم
نہین لطف اب زندگی کا رہا ‏— مجھے موت ہی اب تو دیدے خدا
وہ معشوق ہے اسکا ہو کیا گلا ‏— جفا سے کی تو تعجب ہے کیا
ستم سے کیے سیکڑون پائمال ‏— سمجھتے ہین یہ خون عاشق حلال
یہ ہوتا ہی تھا دل سے رد و بدل ‏— کہ اتنے مین خورشید آیا نکل
بری اسکی حالت جو آئی نظر ‏— کہا ان خواصون نے سر پیٹ کر
کڑھتی رہین آپ کیون اسقدر ‏— ستاتا رہا کیا کہین درد سر
پری رو شنید و چو شید و نالید و گفت ‏— کہ بکشاد خواہم نہان از نہفت
برانید ہر رنج و آگاہ بید ‏— ہمہ سالہ با بخت ہمراہ بید
یہ کہکر سنایا انھین حال شب ‏— جو گذرا تھا انسے کہا اسنے سب
کہا اپ سے ہمنے پہلے ہی تھا ‏— کہ یہ لوگ ہین سب کے سب بیوفا
مگر خیر اب بھی نہین کچھ گیا ‏— ابھی وقت ہے مان تو کر کہا
وہ بولی یہی ہے ارادہ مرا ‏— مگر کیا کرون دل نہین مانتا
یہان تو اسے تھا ہی رنج و ملال ‏— سنو اب ذرا شاہزادے کا حال
پری سے کہا اسنے ای دلربا ‏— کیا تونے یہ تو بہت ہی برا
نہین شکل آتی کوئی اب نظر ‏— کہ آسکے مرے پاس وہ سیمبر
کہا اسنے اتنا نہو بیقرار ‏— ذرا دیکھ تو قدرت کردگار
اگر ہے یہ سچ دل کو ہے دلسرا ‏— تو بیتاب کر دیگی اثر تری آہ
اگر پوچھیے سچ تو ای مہلقا ‏— کہا جان کر ہین نے اسکو خفا
یہ معشوق بیٹی ہے جس شاہ کی ‏— طبیعت ہے اسکی بہت ہی بری
اگر ہو سکے تم سے تو زہر کھاؤ ‏— نہ داماد لیکن کسی کو بناؤ
یہ سنکر بھری شاہزادے نے آہ ‏— کہا اور بڑھ کر کہی تین واہ
اگر شاہ کا ہے بری ہے یہ چال ‏— تو پھر ہاتھ آنا ہے اسکا محال

یہ معلوم پہلے سے مجکو نہ تھا ‏— کہ ترک محبت مین ہے یہ مزا
یہ سنکر کہا دل نے ای بے شعور ‏— نہین شاہزادے کا آمین قصور
یہی بیوفائی تو ہے انکا کام ‏— وفا کا نہین جانتے ہین یہ نام
مین کہتا ہون سچ تجھسے ای دلربا ‏— نہین ان مین ہوتا کوئی باوفا
وزان جمع ترک پرستندہ بود ‏— پرستندہ و مہربان بندہ بود
ہو آپ کے دشمنون کو یہ کیا ‏— مرض تو نہین کوئی پیدا ہوا
چو بشنید آن ماہ این گفتگو ‏— روان جوے خون گشتہ از روے او
شما یک بیک رازدار منید ‏— ہمہ ستندہ و غمگسار منید
کہ من عاشقی ام چو بیجر دمان ‏— ازو بر شدہ موج تا آسمان
کہا ان خواصون نے آرام جان ‏— کہین کچھ اگر جی کی پائین امان
اسی واسطے منع کرتے تھے ہم ‏— یہی بات تھی جس سے ڈرتے تھے ہم
اسے دل سے اپنے بس اب تم بھلا ‏— طبیعت کسی اور جانب لگاؤ
یہ کہتے ہی دل ہوگیا بیقرار ‏— لگی رونے آرام جان زار زار
خفا ہوکے تب یہ وہان سے چلی ‏— تو اک گونہ تشویش اسکو ہوئی
کیا تیرا سارا اکارت گیا ‏— شدہ ناشدہ سب برابر ہوا
نہوگا کبھی اسکا دل مجھسے صاف ‏— کریگی نہ تقصیر میری معاف
اگر میری باقی ہے کچھ زندگی ‏— تو اک روز پھر وہ یہان آئیگی
یہ ممکن نہین تم تو تڑپا لو اوسسر ‏— ادھر چین سے سوئے وہ سیمبر
بغیر اسکے یہ بات ممکن نہ تھی ‏— کہ ہو شاہزادی سے شادی مری
اگر کوئی کرتا ہے لڑکی کا بیاہ ‏— تو یون اس سے کہتا ہے وہ بادشاہ
کنواری یہ اب تک جو بیٹھی رہی ‏— تو ای شاہ اسکا سبب ہے یہی
اک امید موہوم سی دل مین تھی ‏— سو وہ بھی بس اب منقطع ہوگئی
یہ سنکر لگی کہنے اس سے پری ‏— نہین بات یہ کوئی تشویش کی

حل مین نے بحالی ہو ساہ
ان سے تعجب سا کہین بہت پہ سوال
کیا ہے اسکی کرے جو دوا
اسکو تعویذ گنڈے سے کوئی
اپنے ساتھی کو اے مہربان
دان وان جیسا دیکھیگا و ...
جو سایہ اُسے ہو گیا
... مین مجھے جو پوچھو لونگی چھال
... جو دیکھی تو سنئے کہا
... مین تھی ایک لکھی پڑھی
... پڑا ہین تھا لکھا
... سے دیکھکر ڈرگئین
... تھا سب بیان کردیا
... کچھ تردد ہوا
... کی تھی جب خبر
... دیکھو تو آتو سا
... نے جھک کر سلام
... مین یان جلد آ
... جو کچھ کہو
... کس ملک کے
... ن با حیثیا ...
... اب کوئی
... ی ابھی

تیرے سامنے ہو جائیگا اسکا بیاں
تو بتلائیگا اور ہی اسکا حال
یہ خود اُسکی محنت کا ٹھہرے صلا
الموکگی زمین اسکے سر سے کبھی
ذرا ایک جلد لیا مرے پاس دان
اسی کے مطابق جائیگا رنگ
رہا ہوش مطلق نہ سرپا لون کا
دیے پھینک سب اُسنے جز سر کا ٹھ
نہین اسمین شک اب کسی قسم کا
وہ تھی جانتی علم تسخیر بھی
لیا آفت جان نے اسکو دبا
کنارہ وابستہ وہ سب کرگئین
جو گذری تھی آبزدہ دی سُنا
کہا لاؤ بیگم کو جلدی بُلا
تو آیا دبس ہو چکا میرا گھر
وہ چنگی بعلی تھی ہوا اُسکو کیا
کہا عرض کرتی ہے کچھ یہ غلام
فقط آئی ہون پوچھنے ایک بات
اجازت مین دیتی ہون یہ آپکو
یہان لائے تشریف تم کسلیے
چلا آیا تھا کھیلنے یان شکار
نہ اُترینگے ہم اسکے سر سے کبھی
کہ ہے جسکو تسخیر سے واقفی

وہ تجویز یہ ہے سنو نامور
وہی بیب. جو ہے بہت بدمزاج
گر تمنے یہ بات ہوگی سُنی
رہین بیٹھ جب سب وہ سر مار کر
مرے پاس آئیگا جب جان نثار
یہ کہکر رداتہ ہوئی وہ پری
بدن سے دیے اُسنے کپڑا اتار
کہا گرکسی نے کہ کرتی ہے کیا
پری کا اسے یا تو سایہ ہوا
منگا اُسنے جلدی سے اک ٹھیکرا
دیا بہلنے وہ ٹھیکرا اُسنے پھوڑ
نہ ٹھہرین نہ دم ہی لیا راہ مین
کہا دیکھو لو چل کے خود بھی ذرا
وہ جسوقت بیگم کو لائین بُلا
اسے سنتے ہین ہو گیا ہے جنون
یہ سُنکر وہ بیگم گئی جب وہان
مین عامل نہین کوئی ساحر نہین
اگر آپ کا حکم ہو تو کہون
یہ سُنکر ادب سے جھکی اور کہا
کہا اُسنے خلجان ہے میرا نام
مجھے اسکی صورت جو اچھی لگی
یہ سنتے ہی اُلٹی پھری گھر کو وان
کچہری مین سیری وہ حاضر ہوا

ابھی جاکے ٹھہرتی ہے جہنم
کریگا دل و جان سے وہ اس
پڑھا جن اُترا ہے ...
کرے جب تہ دار و دوا اچھا تر
تو بتلائیگا کام اے شہریار
وہان جاتے ہی اسکے سر پر چڑھی
لگی حرکتین کرنے دیوانہ وار
تو اک اسکے پتھر اٹھا کر چڑا
چھپیٹے مین پھونکے آتی ہے یا
لکھا نقش ایک لست درست کا
ازان بعد دی اُسکی گردن مروڑ
گیئین دوڑ کر خدمت شاہ مین
وہ مردہ ابھی تک وہین ہے پڑا
تو یون بادشہ اُس سے کہنے لگا
کیا اُسنے آج ایک لونڈیکا خون
تو دیکھا کہ ننگی ہے آرام جان
کسی فن مین واللہ ماہر نہین
وگرنہ مین خاموش ہی ہو رہون
مجھے دیجیے نام اپنا بتا
پرستان مین قاف ہے اک مقام
تو اس شوخ پر آگیا میرا جی
کیا شاہ سے حال سارا بیان
کرے شاہزادی کا آکر علاج

ہوا اسکو آرام کچھ بھی اگر — تو دینگے بہت اسکو ہم سیم و زر
ہوئے جمع عامل یہ سُنکر بہر — لگے بیٹھے اُس ماہ کو گھیر کر

کبھی پڑھ کے پانی پلایا اُسے — کبھی کر کے دم کچھ کھلایا اُسے
فتیلہ بنا کر جلایا کبھی — کوئی نقش لکھکر دکھایا کبھی

کہا سب نے جسوقت آئیگی رات — کرینگے ہم اس ماہ پر حاضرات
دیا ہے بہت شاہ کو اسنے غم — جلائینگے اس دیو کو آج ہم

یہ سُنتے ہی سب عاملوں نے کہا — تو غصہ پری کو بھی کچھ آگیا
حقیقت یہی تھی اُن عزیزوں کی کیا — دیا نام دنیا سے انکا مٹا

کیے خون جب اُس پری نے کئی — تو اس شہر مین پڑگئی کھلبلی
گئے بھاگ جتنے تھے عامل وہان — رہا کوئی باقی نہ کامل وہان

ملی راحتِ جان کو جب یہ خبر — کہ ہے اسکی وحشت بڑے زور پر
کہا اُسنے ساتھی سے ای جان نثار — نہ کر دیر اب وقت ہے جا سدھار

پری لیکے تصویر تو جلد جا — جو کچھ ہو سکے تجھسے تو کر دکھا
بگفت این نویسندہ رامش خوانند — دل آگندہ بودش ہمہ برفشاند

یکے نامہ بنوشت ارژنگ وار — بر و کردہ صد گونہ رنگ و نگار
بخط از نخست آفرین گسترید — بدان دادگر کافرین آفرید

ازویست شادی و زویست زور — خداوند کیوان و ناہید و ہور
خداوند ہست و خداوند نیست — ہمہ بندگانیم و ایزد یکیست

یکے کار پیش آمدم دل شکن — کہ نتوان نمودنش بر انجمن
گر آن شہ دلیر است و گر اژدہاست — اگر شیر بود راز کمتر رواست

من از دختِ آن شاہ گریان شدم — چو بر آتش تیز بریان شدم
ستارہ شب تیرہ یار من است — من آنم کہ دریا کنار من است

ہمہ رنج دیدم از خویشتن — کہ بر من بگرید ہمہ انجمن
اگرچہ دلم دید چندین ستم — نخواہم زدن جز بفرمانت دم

چو فرماید اکنون شہ مہربان — کشایم ازین رنج و سختی میان
چو نامہ بمہر اندر آورد شاہ — وزیر دلاور بپیمود راہ

نہ ٹھہرا کہین اکدم راہ مین — لیا جا کے دم خدمتِ شاہ مین
دو زانو گیا بیٹھ وہ با ادب — جو لایا تھا چیزین وہ کین پیش سب

زبانی جو کچھ شاہ نے تھا کہا — دیا وہ بھی اس شاہ کو سب بتا
گرفتش بہ بر شاہ و بنواختش — گرامی بر خویش بنشاختش

لیا اُسنے آنکھوں سے تو لو لگا — کہا ایلچی سے کہوں اب مین کیا
کہا تمنے ہے ذکر جس ماہ کا — وہ ہے سخت تکلیف مین مبتلا

بہت ہمنے کی اسکی دارو دوا — مگر فائدہ کچھ نہ اُسکو ہوا
کسی جن کا سایہ ہے اُس ماہ پر — نہین دین و دنیا کی اُسکو خبر

سُنو تی وہ تکلیف مین گر پھنسی — تو انکار ہوتا نہ ہمکو کبھی
یہ سُنکر کہا اُسنے ای شہریار — ہمارا جو ہے شاہ عالی تبار

وہ رکھتا ہے جیسا کہ حسن و جمال — ہے ویسا ہی اس فن مین اسکو کمال
کہوں آصف برخیا اُسکو گر — تو ہے یہ بجا ای شہِ دادگر

اگر قاف مین ہے کوئی اسکا نام — تو جن و پری بھاگ جائین تمام
اگر اُسکے سر ہی کوئی جن چڑھا — تو اتنا کہو اُس سے جا کر ذرا

کہ ظاہر راحتِ جان کا ہے اک غلام — وہ کہتا ہے ای دیو تجھکو سلام
ملاقات کو تیری آیا ہے وہ — کچھ اُس شہ کا پیغام لایا ہے وہ

یہ سُنتے ہی جائیگا وہ جن اُتر — نہ آئیگا پھر بھول کر بھی ادھر
یہ جب شاہ سے ایلچی نے کہا — تو تصویر لے کر وہ گھر مین گیا

کہا اُسنے بیگم سے ای دلربا — یہ تصویر کسکی ہے دیکھو ذرا
یہ ہے ہر تری آرام کا خواستگار — دل و جان سے یہ شہ ہے اس پر نثار

سمجھتا نہین ہین تو اسکو بُرا
مگر کیا کرون کچھ نہین بس مرا
کہا مین نے تمسے کیا جو بیان
قدم ڈر سے اسکا نہ آگے بڑھا
کسی شخص کا راحت جان نام
گئی سر سے اُسکے اگر جب پری
خواصون نے جب ہوش دیکھے بجا
کہا اُسنے بیٹی سے آرام جان
یکایک بدن میرا بھاری ہوا
بیان حال جب اپنا وہ کر چکی
دوبارہ جو اسکی ہوئی زندگی
کہا شہ نے بیگم سے اے نازنین
غرض حکم سنتے ہی آئون جی
وہ کہتی ہین میری طرف سے کہو
بھروسا ہی کیا آدمی کا بھلا
تمنا یہی دل مین مدت سے تھی
ہین مدّاح اُس گل کے سب خاص و عام
یہی آدمیت کا ہی مقتضا
لگا اسکا سننے بتا کچھ احوال
خواصون نے آئون جی سے کہا
جو چاہین کرین انکو ہی اختیار
یہ سنکر پھری وانسے آئون جی
یہ سنتے ہی سامان شادی کیا

تمھاری کہو ہمین مرضی ہی کیا
مقدر نے مجبور ہی کر دیا
کرو اسکا جا کر ابھی امتحان
کھڑی ہو کے کچھ فاصلہ پر کہا
یہ آیا ہی کچھ لینکے اسکا پیام
تو آرام جان ہوش مین آگئی
دوشالہ دیا اُسکو لاکر اُڑھا
کرو حال کچھ اپنا ہمسے بیان
لگے درد کرنے مرے دست و پا
تو بیگم اسے لیکے گھر کو گئی
بہت اُسکے ماں باپ کی خوشی
بس اب دیر کرنی مناسب نہین
گئی اور یون اُس سے کہنے لگی
ذرا جا کے اُس غیرت ماہ کو
مرا آج کل دن ہوا دوسرا
کہ آنکھوں سے دیکھو مین شادی تری
وہ ہی نوجوان راحت جان نام
کہ ہم بھی کرین شکر اسکا ادا
مگر اسنے دل کو لیا کچھ سنبھال
بھلا پوچھتی آپ ہین اسنے کیا
کبھی سر نہ پھیریگی یہ گلعذار
خوشی کی خبر لاکے بیگم کو دی
دیا بائیون اُس پری کو بٹھا

کہا اُسنے تصویر کو چوم کر
یہ حسرت کا کلمہ جو اس سے سنا
یہ سنتے ہی لیکر خواصین گئی
ہی اک اجنبی آج آیا یہان
فسون اسکی یہ گفتگو ہو گئی
مگر چونکہ ننگی تھی وہ سیم تن
پڑی اُسکی جسوقت ماں پر نظر
کہا اُسنے مین کیا کہون اپنا حال
گری ہو کے بیہوش مین خاک پر
کیا باپ نے خوب بیٹی کو پیار
فقیرونکو بخشا بہت سیم و زر
مناسب ہی آئون جائے وہان
مین کچھ عرض کرتی ہون آرام جان
کہ انسان کی زیست ہی مستعار
سوا اُسکے اب تم ہوئی ہو جوان
ہی اک شاہزادہ بہت ہی حسین
بڑا اُسکا یہ ہمپہ احسان ہی
سنا نام جب اُسنے اُس ماہ کا
زبان تک نہ لانے کو آنے دیا
خوشی جسمین ہی انکے ماں باپ کی
وہ پکڑا اُٹھینگے جسکا اس گل کا ہاتھ
کہا اُسنے ہی آپکو جو پسند
مقرر غرض دن بھی جب ہو گیا

کہین ایسے ملتے ہین دنیا مین یار
تو شہ نے بیان حال سارا کیا
اسے دیکھنے کے لئے وہ گئی
تمھین ڈھونڈھتا ہی شہ کامران
یہی نام سنتے ہی چپ ہو گئی
لگی ڈھکنے بالونسے اپنا بدن
تو قدمون پہ سر رکھدیا دوڑ کر
سکھائی تھی اک روز مین سحر بال
نہین بعد کی پھر مجھے کچھ خبر
کیے اسپہ موتی بہت سے نثار
دیے اہلکارونکو لعل و گہر
کرے جاکے سب حال اُس سے بیان
تری ماں نے بھیجا ہی مجکو یہان
نہین ہی ہمارا کچھ اب اعتبار
رہے تمکو کب تک لئے بیٹھی ماں
وہ عاشق بھی ہی تجپہ اے نازنین
کہ اُسنے بچائی تری جان ہی
تو دل اُسکا گل کی طرح کھل گیا
کلیجے کو تھاما لیا سر جھکا
اسی بات مین انکی بھی ہی خوشی
یہ نور آگے چلی جائیگی اسکے ساتھ
وہی ہی اب آرام جان کو پسند
تو وہ ایلچی وانسے رخصت ہوا

کدھر ہے تو اے ساقیِ گلعذار
قرینہ سے رکھ بھر کے جام و سبو
کھڑا در پہ تھا منتظر شہریار
کہا شاد ہو اے شہِ دادگر
سنی اُسنے جب یہ خوشی کی خبر
نہیں اس جگہ دوست اپنا کوئی
ہزاروں ہیں موجود خادم یہان
یہ کہکے پری نے کسی سے کہا
وہ بولی ہر اک ملک جانِ جہان
کرو سونے چاندی کا پہلے بھراؤ
نکالو وہان نہر اک خوشنما
بنا کر طلسمات کے جانور
کھڑے خیمے تنبو کرو جا بجا
بناؤ محل ایک بلور کا
غرض جلد سامان ایسا کرو
بنانے کو جیسا تھا اُسنے کہا
کیا ایک دو دن محل میں قیام
چلا جب وہ ہاتھی پہ ہو کر سوار
نہ تھا اونٹ گھوڑوں نکاون کچھ شمار
لیے ہاتھ میں بادلے کے نشان
کوئی پالکی میں تھی رتھ میں کوئی
لگے نہر پہ جسقدر سرو تھے
درختوں پہ تھے جسقدر پھل لگے

نغمہ پردازی خامہ دو زبان بلبل ہزار داستان کی اور مسرور ہونا اُس مہجور عاشق رنجور کا وصل دلدار سے

مقرر میں آیا ہوں تاریخ کر
کہا آفتِ جان سے اے سیمبر
میں ہوں اس پرستان میں اجنبی
ابھی آپ ہی کا تو ہے یہ مکان
ذرا دیووں کو جاکے لاؤ بلا
اسی وقت تم اُڑکے جاؤ وہان
جواہر کے بھر بیل بوٹے بناؤ
بھرو کیوڑہ اُسمیں پانی کی جا
بٹھاؤ چمن میں ہر اک شاخ پر
بچھاؤ زمین دو فرش کمخواب کا
برابر میں دو باغ بھی اک لگا
کہ پہلے کسی نے سنا بھی نہ ہو
انھوں نے دیا اس سے بہتر بنا
پری کا پری سے کیا انتظام
تو چار و طرف سے ہوا زر نثار
بندھی تھی آگے کو سو میں تھی اک قطار
جلو میں ہزاروں تھیں پریان دوان
کوئی تھی محبولی میں بیٹھی ہوئی
وہ سب بنگلے جھاڑ بلور کے
چمک سے وہ سب بنگلے تمتمے

اکارت نہ محنت ہماری گئی
کریں کیسے شادی کا سامان ہم
یہ سُنکر کہا اُسنے اے جانِ من
مہیا کرونگی وہ سامان اب
غرض دیو حاضر ہوئے اور کہا
وہان جاکے تم کام اتنا کرو
زبرجد کی وان سیڑھیان دو لگا
ذرا نہر کی سیڑھیان چھوڑکر
روش سے روش جس جگہ پر ملے
وہ چیزیں جو لاکے بھر منبر پر
ہر اک خیمہ تنبو میں ناچ رنگ
اُڑے دیو سنتے ہی حکمِ پری
فراہم ہوا جب یہ سامان وہان
جب آیا وہ دن جسکا تھا انتظار
کروں اسکا مجمل کو کیونکر بیان
رتھوں گاڑیوں بہلیوں کے سوا
طرف میں کسی کے لگی تھی کٹار
قریب آ گئی رات جیسا اک پہر
برسنے لگا ہر طرف ابرِ نور
ہوئی روشنی اس جگہ اسقدر

درِ میکدہ کھول آئی بہار
کہ ہے جشنِ جمشید کی آرزو
گرا آکے قدموں پہ وہ جان نثار
خدا نے دکھائی یہ ہمکو خوشی
غریب الوطن ہم تو ہیں اے صنم
تمھارے ہوں دشمن غریب الوطن
کہ ہوں دیکھکر جسکو حیران سب
جو فرمان ہو ہم وہ لائیں بجا
زمیں کھود کر مشک و عنبر بھرو
کٹہرے تم الماس کے دو لگا
لگا دو وہان عمدہ عمدہ شجر
بچھا دو وہان تخت پکھراج کے
کہ حیران ہوں آدمی دیکھکر
پریزاد گاکر سنائیں سہاگ
جو اُسنے کہا اُسکی تعمیل کی
تو آئی پری اور نوشہ میان
چڑھا دھوم سے بیاہنے شہریار
نہیں آنکھ کا کام دیتی زبان
ہوادار گنتی میں دو لاکھ تھا
لیے تھی کوئی خنجرِ آبدار
عجائب طلسمات آئے نظر
چمکنے لگے سب مکان مثلِ طور
کہ دن کو دیا رات نے مات کر

ادھر کا تجمل تو تمنے سنا
ادھر کا بھی سنیے تکلف ذرا
ہمہ کوے و برزن شد آراستہ
بہ از رنگ آب و برازخواستہ

ہمہ پشت پیلان بیار استند
بدیبائے رومی بسیر استند
نشستند بر پیل رامشگران
نہادند بر سر ز زر افسران

پذیرہ شدن را بیار استند
زہر جا پرستندگان خواستند
کجا بر فشانند مشک و عبیر
ہمی گسترانند ونخ و حریر

فشاندند برسر ہمی مشک و زر
کہ شد از گلاب آن ہمہ خاک تر
غرض ختم ہونے کو جب آئی رات
تو پہونچی دلھن بیکماں بر برات

مکان ایک تھا خوب عمدہ سجا
دیا لاکے نوشہ کو ہمین بٹھا
ہوا مورچھل لیکے کوئی کھڑا
کوئی لیکے چوری ہلانے لگا

پریزادگانے بجانے لگے
ہنر اپنا اپنا دکھانے لگے
بھری چونکہ تھی دلین انکے امنگ
سحر تک برابر رہا ناچ رنگ

ہوا جب نمودار نور صباح
پڑھا انکا قاضی نے آکر نکاح
ازان بعد نوشہ محل مین گیا
ہوئین ساری شادی کی رسمین ادا

لیے مشک تھا در پہ سقہ کھڑا
جو کچھ اسکا حق تھا وہ اسنے لیا
دکھائی گئی مصحف و آرسی
سنائی گئین گالیاں خوب ہی

ہوا جب وہ چوکی پہ جاکر کھڑا
گلے مین گلا واہی ڈالا گیا
کہاں تک مین لکھون رسومونکے نام
ہوئین ساری جلوہ پر بیٹھی سلام

برستی تھی چہرونپہ سبکے خوشی
ہر اک شخص کے تھی لبوں پر ہنسی
مگر جب ہوئی شام اور ڈولہنی
کھڑی ہوکے گانے لگی ماہونی

تو سب دوست احباب رونے لگے
غم و رنج سے جان کھونے لگے
جدائی کا جب اسکی آیا خیال
بہ ارنج و غم سے بنا ماں کا حال

نہ دیکھا مگر کچھ بھی جب اختیار
کہا ماں نے بیٹی سے اچھا سدھار
ہمیشہ رہے تیرا بھی سہاگ
لگائے خدا جو گئے تجکو بھاگ

غرض اسکو سکھپال مین کر سوار
چلا اپنے گھر کی طرف شہریار
ہوئی اسکے ڈولے پہ اتنی بکھیر
لگے ہر طرف لگ جواہر کے ڈھیر

محل مین دیا اسکو لا کر اتار
لگا کرنے پھر رات کا انتظار
بڑی مشکلو نسے وہ دن چھپا
خواصون کو اسنے اشارہ کیا

انھون نے جھٹ پٹ چھپرکھٹ بچھا
دیا شاہزادی کو لاکر بٹھا
سمجھتی تھین وہ شاہ کا مدعا
ہر اک نے وہاں سے کنارہ کیا

مکان غیر سے جبکہ خالی ہوا
رہا پھر نہ یارا اسے ضبط کا
بڑھا ہاتھ گھونگھٹ دیا اسکا کھول
کہا اب تو بہر خدا منہ سے بول

بس اب مجھسے تو کج ادائی نہ کر
لپٹ میری چھاتی سے اے سیمبر
خوشامد سے جب شاہ نے یہ کہا
تو اسنے لیا ناز سے منہ چھپا

کہا بس جی بس ہمسے مت بولیے
پری سے کرو جاکے یہ چوچلے
وہ بیوی تمھاری تم اسکے میان
بھلا ہم کہاں اور یہ باتین کہاں

مین خاکی بشر وہ پری نوری
اور ان کسطرح اسکی مین ہمسری
مقابل مین آرہا سرو کے اجی
حقیقت ہی دیکھو تو سرو کی

وہ تم پر تم اسپر کرو جان فدا
ہمین ایسی باتو نسے مطلب ہی کیا
یہ باتین یہ چہلین نہ ہمسے کرو
اسے جاکے چھیڑو اسی پر مرو

یہ سنکر کہا اسنے اے گلعذار
مین خود مر رہا ہوں مرے کو نہ مار
اری تیری خاطر سے ہم فقیر
ہوئے جان کر قید غم مین اسیر

کیا سلطنت کا نہ مطلق خیال
دیا آپ ہی چھوڑ ملک و مال
اگر آنت جان سے ملتے نہ ہم
تو کب دیکھ سکتے تمھارے قدم

بچانا ہمین فرض تھا جان کا
کہا اسنے جو کچھ وہ جمنے کیا
ہمین کام صرف اپنے مطلب سے تھا
ہوا جسطرح اسکو حاصل کیا

مگر بیمبا اسکی بھی نہ مرگی
جو وہ ڈوبتے ڈوبتے بچ گئی

مصیبت مین اللہ ہی ہوتا ہی یار
غریبون کے بیڑے کو کرتا ہی پار

جہان غوطے کھاتی تھی یہ گلعذار
کوئی بادشہ کھیلتا تھا شکار

لیا موت کے منہ سے اسکو بچا
لیا اپنی کشتی مین اسکو بٹھا

اُٹھے دلمین کچھ اور ہی ولولے
وہ عاشق ہوا اسپہ سو جان سے

ادب سے ذرا دور ہوکر کھڑے
کہا اُسنے یون نرم آواز سے

نہ تھی چاہتی گرچہ وہ ماہرو
کرے غیر سے دوبدو گفتگو

سنینگے اگر آپ قصہ مرا
تو ہوگا بُرا سُنکے دل آپ کا

کرے کوئی تحریر اسکو اگر
تو پھٹ جاے خامہ کا غم سے جگر

بڑے ناز و نعمت مین تھی مین پلی
مرے دلکو حاصل تھی ہر دم خوشی

برس گیارہ کی جب مین ہوئی
ہوئی خوب شہرت مرے حسن کی

نہ دیکھا تھا مجکو کسی نے مگر
لگے مرنے لاکھون مرے نام پر

مہینہ ابھی ایک گذرا نہ تھا
کہ شادی کا ساماں بھی کر دیا

مجھے چونکہ بھی نیند آئی ہوئی
دوپٹے سے منھ ڈھانک کر سو رہی

لگے کہنے شاہ بلا کر مرا
نصیبہ تو اچھا ہی بیٹا ترا

نہین وقت شادی کا آیا ابھی
ابھی آٹھ سال کی ہی کمی

تو تم دونون پتھر کے بنجاؤگے
تم اپنے کیے کی سزا پاؤگے

کہا اُسنے مجھسے یہی بار بار
نہ کر باولی خواب کا اعتبار

مین اُسوقت تو سنکے چپ ہو رہی
مگر رات جسوقت آدھی گئی

کبھی گھر سے باہر جو نکلی نہ تھی
اُٹھائی نہ تکلیف جسنے کبھی

یہی مجکو آیا مناسب نظر
کہ جھگڑا مٹا دیجیے ڈوب کر

جو گذرا تھا تمکو دیا سب سنا
اب آگے خدا جانے دیکھونگی کیا

نہین بولتی جھوٹ یہ رشک حور
مجھے صبر کرنا ہی ہی اب ضرور

نہ گھڑیال ہی نے ستایا اسے
نہ مچھلی نہنگون نے کھایا اسے

ہوا ایک بھی اسکا بیکا نہ بال
دیا اسکو پانی نے اوپر اچھال

نظر اسکو آئی جو آرام جان
تو وہ اپنی کشتی کو لایا وہان

نظر آئی جب صورت دلفریب
تو جاتا رہا اسکا صبر و شکیب

مگر کر گیا وہ بڑا حوصلا
زیادہ نہ دل کو مچلنے دیا

نہ گذرے طبیعت پہ گر کچھ گران
تو کچھ حال اپنا کرو تم بیان

مگر چونکہ کچھ اور چارہ نہ تھا
تو یون اُسنے آنکھین جھکا کر کہا

دیا ہی زمانہ نے وہ رنج و غم
کیا مجپہ گردون نے بیحد ستم

مین ہون دختر شاہ جہان جنان
مجھے لوگ کہتے ہین آرام جان

زبان پر نہ آیا کبھی غم کا نام
رہا رات دن عیش و عشرت سے کام

سنا جسنے شہرہ مرے حسن کا
وہ دم میری الفت کا بھرنے لگا

غرض جب مین تیرہ برس کی ہوئی
تو کی اک جگہ باپ نے منگنی مری

بیاہی میری جس روز چھٹنے کو تھی
اکیلی مین تھی چھت پہ لیٹی ہوئی

گئی جب مری آنکھ لگ تو حضور
سرھانے کھڑے مجکو آئے نظر

مگر تیرے والد نے تعجیل کی
مناسب اسے اتنی جلدی نہ تھی

تجھے پندرہ سال سے بیشتر
کسی مرد کا لگ گیا ہاتھ اگر

کہا مین نے جب اپنی ماں سے یہ حال
تو اُسنے ہنسی مین دیا اسکو ٹال

تسلی تو اُسنے بہت کی مری
مگر کچھ نہ تسکین میری ہوئی

تو پھر کچھ نہ سوچا برا یا بھلا
نکل گھر سے جنگل کا رستہ لیا

سفر کی مصیبت تو دو دن سہی
تو جینے سے بیزار مین ہوگئی

مگر چونکہ باقی تھی کچھ زندگی
تو مین ڈوبتے ڈوبتے بچ گئی

یہ قصہ جب اُس بادشہ نے سنا
تو یون دلمین اپنے وہ کہنے لگا

ہوا اسکا بیشک ہی پرسون بیاہ
ہی اس بات کا صبح جو تڑکا گواہ

حقیقت ہو گیا سال دو سال کی / گذر جائینگے ہو اگر زندگی
کیا عشق نے حال گرچہ تباہ / مگر اسکو دیکھا نہ بھر کر نگاہ
کیا عشق کا حال تو سب بیان / سناتا ہون عاشق کلام و نشان
غرض گھر کی جانب پھر اشہریار / محل مین دیا اسکو لا کر اُتار
مصیبت اٹھاتا رہا ہجر کی / گیا اُس محل مین نہ لیکن کبھی
کیا عشق نے کام جسکا تمام / شہ جانعالم ہے اس شہ کا نام

مذکور اُس کشتۂ فراق ہمہ تن اشتیاق آوارۂ خانمان مبتلائے درد بے درمان یعنے آفت جان کی گرفتاری کا بیان آرام جان سے ملنے کی داستان

یہ ہے عاشق زار وہ شہریار / فدا جسکی بیٹی پہ ہے جان نثار
کدھر ہے تو ای سلطنت تیرا ہوش / رہا دلمین مطلق نہ جوش و خروش
بطر مو دکھا پر لگا دے مجھے / وہ ساغر پلا جو اُڑا دے مجھے
جو سوتے تھے بیہوش تینون جہان / وہ اک شاہ کی سیر کا تھا مکان
ابھی تک یہ سوتے ہی تھے بیخبر / کہ وہ آ گیا سیر کرتا ادھر
ہوا دور سب دل سے صبر و قرار / لگے رونے خون دیدۂ اشکبار
مری زندگی چاہتے ہو اگر / اٹھا کر اسے لے چلو میرے گھر
کچھ ایسا ہی تھا عقل کا یہ امیر / مگر تھا خردمند اسکا وزیر
کہا شاہ سے اُسنے ای شہریار / یہ جن ہے نہین اسکا کچھ اعتبار
دیا ہاتھ گر تمنے اسکو لگا / تو پاؤ گے اپنے کیے کی سزا
کہا شاہ نے تم جو چاہو کہو / نہ مانونگا لیکن مین جو ہو سو ہو
نصیحت نہ جب کارگر کچھ ہوئی / تو مجبور یہ اُسنے تدبیر کی
کھلی آنکھ جسوقت اُس ماہ کی / تو شیشے کے اندر وہ رونے لگی
مصیبت مین پہلے ہی تھی مبتلا / مجھے قید کیون تمنے ناحق کیا
جو ہو خود فلک کی ستائی ہوئی / جو جینے سے ہو تنگ آئی ہوئی
یہ سنکر کہا شاہ نے ای حسین / جو کہتی ہے تو کچھ وہ مشکل نہین
یہ سنکر پری جوش مین آ گئی / کہا اُسنے سنو ذرا ہوش کی
سمجھا ہے کیا دلمین مجھکو ابھی / مین کر دونگی شیخی تری کرکری
فلک بر سر رحم جب آئیگا / تو ہو جاؤنگی خود بخود مین رہا
سنو ماجرا یہ بھی اب تم ذرا / ہوئی قید سے کسطرح وہ رہا
پری پر نظر جب پڑی شاہ کی / تو بیساختہ اُسنے اک آہ کی
ہوئے ہوش جب شاہ کے کچھ بجا / تو یون شاہ نے نوکرون سے کہا
وہ چلتے تھے بندے تھے سب حکم کے / وہان سے اُٹھا کر اُسے لے چلے
اسے دیکھتے ہی سمجھ وہ گیا / نہین آدمی زاد یہ دلربا
کرو ملک اپنا نہ برباد تم / خدارا کرو اسکو آزاد تم
یہ فتنہ ہے فتنہ کریگی بپا / نہ چھیڑو اسے تم برائے خدا
اُٹھاؤنگا اس بت سے ایسے نہ ہاتھ / یہ جائیگا سودا مرے سر کے ساتھ
پری کو کیا ایک شیشے مین بند / کہ پہونچے نہ کچھ بادشہ کو گزند
لگی کہنے رو رو کے وہ سیمبر / کرو مہربانی مرے حال پر
خدارا مجھے قید سے چھوڑ دو / کرو رحم شیشے کا منہ توڑ دو
ستا کر اُسے ہاتھ آئیگا کیا / اسے دیکے دکھ کوئی پائیگا کیا
اسی وقت کر دونگا تمکو رہا / مگر پہلے وعدہ کرو وصل کا
زبان پر اگر پھر یہ لائے گا تو / رہے یاد یہ منہ کی کھائیگا تو
خدا جانے کیا دلمین سمجھا آ گیا / جو کر بیٹھی مین تجھسے یہ التجا
یہ کہکر پھر ایسی ہوئی چپ پری / کہ گویا زبان اُسکے منہ مین نہ تھی
وہ اک رات تھا گھر مین بیٹھا ہوا / مئے ناب کا دور تھا چل رہا

پڑھا خوب جب بادشہ کو نشا
تو یوں اپنی بیگم سے اسنے کہا

وہ بیٹھی تھی پہلے سی دلہن چلی
یہ سنتے ہی حجرہ میں اٹھکر گئی

پری قید سے ہو گئی جب رہا
تو اچھی طرح اسنے بدلا لیا

کلیجے میں جب اسکے ٹھنڈک پڑی
تو یوں اسکی بیگم سے کہنے لگی

چھڑایا مصیبت سے تو نے مجھے
میں دیتی ہوں یہ سلطنت اب تجھے

مگر اتنا کہتی ہوں اے رشک حور
غریبوں کی امداد کرنا ضرور

نصیحت یہ کرکے وہ بلبل ہی
ادر اک سمت کو اسنے پرواز کی

نہ کھاتی تھی وہ اور نہ سوتی تھی وہ
شب و روز فرقت میں روتی تھی وہ

ہوئی اسکے ملنے سے مایوس جب
تو پیدا ہوا خود بخود اک سبب

ابھی جاگتی ہی تھی یہ نیم جان
کہ اک آیا مینا کا جوڑا وہاں

کہا نر سے مادہ نے اے مہربان
اداسی ہے چہرے پہ تیرے عیاں

یہ سنکر کہا اسنے اے میری جان
سبب اسکا مجھسے کروں کیا بیاں

وہاں آج میں سیر کو جو گیا
تو گذرا مرے دلپہ صدمہ بڑا

میں کیا دیکھتا ہوں کہ اک گلعذار
کھڑی رو رہی ہے وہاں زار زار

کچھ ایسا ہے نالہ میں اسکے اثر
کہ پھٹتا ہے سننے سے جسکے جگر

شب و روز میں ڈھونڈھتی تھی جسے
پتہ مل گیا آج اسکا مجھے

یہ کہکر وہاں سے اڑی وہ پری
گئی باغ میں ڈھونڈھتی ڈھونڈھتی

پری اڑ کے جس وقت پہنچی وہاں
نکل آئی کمرہ سے آرام جان

بہاتے تھے خون دیدہ اشکبار
گریبان میں باقی نہ تھا ایک تار

کسے خواب میں آ گئے تم نظر
یہاں نیند آتی نہیں رات بھر

گر اس عیش میں حال ہے یہ ترا
تو تکلیف میں تجھپہ گذری گی کیا

کہا شاہزادی نے اے عندلیب
تجھے آج حاصل ہے وصل حبیب

نہ رووں اگر تو کروں اور کیا
جدا ہو گیا مجھسے پیارا مرا

وہ شیشہ جو تھا ہی بند رکھا ہوا
ذرا جاکے تم اسکو لاؤ اٹھا

اٹھاتے ہی اسنے دیا اسکو چھوڑ
دیا جان کر اسنے شیشہ کو توڑ

سمجھتی تھی دونوں ہی کو وہ شریر
کیے قتل دونوں امیر و وزیر

تجھے مجھ سے کچھ ڈر نہیں اے حسین
بھلائی کا بدلا برائی نہیں

نصیحت کی کچھ مجکو حاجت نہیں
سمجھتی ہے سب کچھ تو اے نازنیں

اگر کوئی مظلوم فریاد لاے
تو لے داد پائے وہ پھر کر نجاے

لگی کرنے اس گل کی وہ جستجو
لگی ڈھونڈھنے اسکو وہ ماہرو

گئی اسطرح ایک مدت گذر
نہ آئی کہیں اسکی صورت نظر

ہوا ایک دن وقت جب شام کا
تو اس گل نے اک جا بسیرا لیا

گیا بیٹھ وہ بھی اسی شاخ پر
کہ بیٹھی تھی جسپر یہ خستہ جگر

ہوا مجکو اس سے تردد بڑا
اداسی کا اپنی سبب تو بتا

بڑا خوشنما باغ ہے ایک یاں
ہے اک سنگ مرمر کا اسمیں مکان

اڑی میری اسوقت سے بھوک پیاس
طبیعت ہوئی خود بخود کچھ اداس

جو سنتا ہے اس بت کا شور و فغاں
وہ کہہ اٹھتا ہے الاماں الاماں

یہ سنکر ہوئی شاد دل میں پری
کہا آج قسمت ٹھکانے لگی

اسی بت کے نالہ میں ہے یہ اثر
کہ سنکر تڑپنے لگیں جانور

ذرا جذبۂ دل کا دیکھو اثر
کرو تم دلوں کی کشش پر نظر

مگر اسکی حالت تھی ایسی بری
کہ یہ دیکھکر اسکو رونے لگی

لبوں پہ تھا نالہ کلیجے میں درد
زباں پہ تھی اس ماہرو کے یہ فرد

پری نے یہ جب شعر اس سے سنا
تو آہستہ سے اسنے اس سے کہا

یہ سنکر اٹھایا جو اوپر کو سر
تو آیا اسے ایک بلبل نظر

تو کیا جانے کہتے ہیں رونا کسے
یہاں تو کوئی پوچھے دلسے مرے

نہ مونس نہ ہمدم کوئی پاس ہے
بھری دل میں بس یاس ہی یاس ہے

نہین ایسا آتا نظر یان کوئی
کہ بہلاؤن مین جس سے دل دو گھڑی
مین ایسی بلا مین گرفتار ہون
کہ جینے سے بھی اپنے بیزار ہون
کچھ ایسا مرض تو نہین آپ کا
کہ جسکو نہ دے فایدہ کچھ دوا
وہ بولی اگر ہے یہ دعوے تجھے
تو پھر دیر کرتی ہے تو کس لیے
یہ تقریر جب شاہزادی نے کی
پری سنکے بیتاب ہی ہوگئی
پڑی اسکی جسدم پری پر نظر
گلے سے لگایا اسے دوڑ کر
دیا اسکی آنکھون نے دریا بہا
کیا اسنے رو رو کے طوفان بپا
فلک کے جو ہاتھون سہی تھی دکھو سہی
سنائے اسے اسنے اسنے اسی
کہا اسنے تھا سخت مجپر عذاب
کہا اسنے تجھی میری ہی خراب
کیا قید اسنے مجھے بے قصور
ہو نیت مین کچھ اسکی شاید فتور
مجھے ایک استاد ایسا ملا
کہ سوتی ہوئی کو اٹھا لیگیا
یہ کہکر پری سے کہا اب حضور
کرین دل سے تشویش کو اپنے دور
ہوئی جسکی خاطر مین گھر سے جدا
اسے بھی تو اب جاکے ڈھونڈھون ذرا
وہ بولی پری تو نے یہ سچ کہا
نہین لطف جینے کا اسکے سوا
تو ہوگا نہ مجکو میسر کفن
نہ روئے گا مجپر کوئی ای بہن
کہا آفت جان نے ای مہربان
خدا کے لیے روک اپنی زبان
جو کچھ حکم ہوگا بجا لاؤنگی
تجھے چھوڑ کر اب نہ مین جاؤنگی

سنا تا ہے احباب کا مجکو غم
فلک مجپہ کرتا ہی ہر دم ستم
یہ سنکر پری نے کہا مہ لقا
سنا آپ کا مین نے سب ماجرا
اگر اسکی اچھی طرح ہو دوا
تو اک دن مین ہو جائے تمکو شفا
نہین ہے اگر یہ مرض لاعلاج
تو کرتی نہین کیون ہمارا علاج
رہی اسکو طاقت نہ پھر ضبط کی
بدل اسنے صورت اسیوقت لی
وہ بچھڑی ہوئین جبکہ مدت کی بہنین
بہت دیر تک ملکے روتی رہین
نہ آنکھون مین جب کوئی آنسو رہا
تو اسوقت بیٹھین وہ ہوکر جدا
بیان اسنے غربت کی کی داستان
کیا قید کا حال اسنے بیان
کہا شاہزادی نے ای باوفا
مجھے ایک موذی سے پالا پڑا
پری نے کہا کیا کہین تجسے ہم
نہ تھی کچھ ہماری مصیبت بھی کم
مری صورت اسکو جو آئی پسند
کیا مجکو ظالم نے شیشہ مین بند
مین جاتی ہون اب دو اجازت مجھے
خدا پھر ملائے دعا کیجیے
جدا جب سے وہ دلربا ہوگیا
نہین زندگی کا رہا کچھ مزا
مگر پہلے اتنا بتا ای پری
اگر بعد مین تیرے مین مرگئی
جنازہ مرا اٹھکرین کہائیگا
اٹھانے نہ اسکو کوئی آئیگا
اطاعت تری مجکو منظور ہے
کہے جو وہی مجکو منظور ہے
پری نے تسلی بہت اسکی کی
ارادے کو اپنے کیا ملتوی

غنچہ مراد کا کھلنا بچھڑے ہوؤن کا ملنا جان نثار کی شادی خانۂ غم کی بربادی وطن کی مراجعت

چلی ای سا تجھے رشک ماہ تمام
ہوئی سرخ ہو ما فلک سیر ہو
جدا ہو کے اس ماہ سے جان نثار
پھرا ڈھونڈھتا وہ اسی جا بجا
تھا لیکن اسکا نہ اسکو ملا
کرون غم کا قصہ کہانتک بیان
مری تھک گئی کہتے کہتے زبان
خدا نے کیا آخر اسپر کرم
ہر جو کچھ اک دن مین سب رنج و غم

پلا آخری اور دو چار جام
مگر خاتمہ اپنا بالخیر ہو
لگا پھرنے دن رات جنگل مین خوار
کرون اسکی تکلیف کرین بیان
کہو سکتے تم الامان الامان
مین اب اس بیان کو یہین چھوڑ کر
سناتا ہون تمکو خوشی کی خبر
وہ پھرتا رہا خوار یسال بھر
ہوا ایک جنگل مین اسکا گذر

نظر دور سے آئی اک شئی نئی ۔ چمکتی ہوئی خوشنما بیضوی
وہاں ایک زینہ جو آیا نظر ۔ تو یہ اُسکے اوپر چڑھا دوڑ کر
بہت خوش ہوا دیکھکر جان نثار ۔ لگا کرنے وہ شکر پروردگار
پری اور آرام جان کا پتا ۔ اسے تیسرے گھر کے اندر لگا
مگر جب وہ بارہ گیا اسنے غور ۔ تو آیا نظر حال ہی اسکا اور
کوئی شاہزادی ہے مرجان نام ۔ کیا سب یہ اُس سنگدل نے ہے کام
یہ معلوم جب حال اسکو ہوا ۔ تو اُسنے وہی اسم اعظم پڑھا
لگا کہنے اس سے وہ ہو کر خفا ۔ بتا قید کیوں تونے اسکو کیا
میں عاشق ہوں اس ماہ پیکر جوان ۔ چھپایا ہے میں نے اسے مثل جان
میں کرتی ہوں جان اپنی اس پر فدا ۔ گمان قید کا تمکو کیوں کر ہوا
یہ کہکر وہانسے اڑی وہ پری ۔ گئی اُسکے لینے کو دوڑی ہوئی
اسے شاہزادہ جب آیا نظر ۔ دیا اسکے قدموں پہ رکھوا کے سر
نہ آتی مجھے گر یہ صورت نظر ۔ تو جاتا میں بس اور دو دن میں مر
تو رہ جاتیں سنکے دیوار و در ۔ لگے پھٹنے سنگین دلوں کا جگر
بہت ہی بڑی اسنے کی ہے خطا ۔ اسے چاہیے آج دینی سزا
خوشی سے اگر اسکو منظور ہو ۔ تو یہ بات تم اُس پری سے کہو
سنا اُسنے جب حکم یہ تو پری ۔ بٹھا کر اُنھیں تخت پر لے اڑی
ملی جب پری اور دلھن دولھا ۔ تو ملتے ہی تینوں کو غش آ گیا
پلائی اُنھوں نے مگر جب دوا ۔ تو تینوں کو جلدی ہی ہوش آ گیا
پھنسے لیسے موذی کے پنجہ میں ہم ۔ دیے جسنے سارے بھلا ہم کو غم
کیا جب بیان اسنے یہ ماجرا ۔ تو سنتے ہی غصہ اسے آ گیا
کیا کام اسنے سبت ہی برا ۔ اسے چاہیے اسکی دینی سزا
کہا شاہزادہ نے اے بے حیا ۔ تجھے ایسا کرنا مناسب نہ تھا

بڑھا اسکے یہ دیکھنے کیلیے ۔ لگا دیکھنے گرد پھر کر اسے
اُسے چڑھکے جب دیکھنے یہ لگا ۔ تو دیکھا کہ ہے جام گیتی نما
بنائے ہوئے اسمیں گھر سات تھے ۔ انھیں دیکھنے یہ لگا غور سے
لگا دیکھنے پانچواں جب وہ گھر ۔ تو آیا وہاں شاہزادہ نظر
پڑی پاؤں میں اُسکے ہیں بیڑیاں ۔ رگڑتا ہے بیٹھا ہوا ایڑیاں
اگرچہ وہ خود قوم کی ہے پری ۔ پسند اسکو آیا مگر آدمی
فقط اسکے پڑھنے ہی کی دیر تھی ۔ اُسی وقت حاضر ہوئی وہ پری
وہ بولی اجی آپ کہتے ہیں کیا ۔ نہ لینا کبھی نام پھر قید کا
اسے بند رکھتی ہوں آٹھوں پہر ۔ نہ پہونچے کہیں چشم بد سے ضرر
یہ ہو سکتا ہے کس طرح سے بھلا ۔ کروں اپنے معشوق پر میں جفا
نہ گذری تھی پوری ابھی اک گھڑی ۔ کہ اُس شہ کو لیکر وہ حاضر ہوئی
کہا آج دیکھی جو شکل آپکی ۔ ہوئی از سر نو مری زندگی
کہا شاہزادے نے اے مہربان ۔ اگر ہم کریں اپنا قصہ بیان
یہ سنکر کہا اسنے سنیے حضور ۔ یہ جتنا ہے ہے اس پری کا قصور
کہا اسنے اسکی نہیں کچھ خطا ۔ مقدر میں تھا یونہی لکھا ہوا
پری اور آرام جان ہیں جہاں ۔ ہمیں بھی ذرا لیکے چل تو وہاں
نظر بند آرام جان تھی جہاں ۔ دیا اُنکو اک دم میں پہونچا وہاں
ذرا دیکھکر حال یہ جان نثار ۔ ہوئی وہ پری بھی بہت بیقرار
لگی کہنے رو رو کے آرام جان ۔ کروں تم سے کیا حال اپنا بیان
رہا مجکو سر دست عزت کا ڈر ۔ گذرتے تھے رونے میں آٹھوں پہر
کہا اسنے مرجان سے اے پری ۔ مرے سامنے اسکو لا تو ابھی
یہ سنتے ہی دوڑی گئی وہ پری ۔ اسے لیکے فی الفور حاضر ہوئی
وہ پہلے ہی ماری ہوئی غم کی تھی ۔ جفا اسپہ پھر تو نے کیوں اور کی

پھرا

[illegible] خطا ظلم ایسا نہین
یہ سنکر سب ہی وہ نادم ہوا
مجھے ماننا اسکا کہنا پڑا
نہ تھا جرم گر عشق اسکے لیے
مین کرتا ہون اب عاشقی کو سلام
کہا خیر جو کچھ ہوا سو ہوا
نظر اسکی جب اُس جوان پر پڑی
اُسے کرچکا شاہ جب خوب پیار
یہان اب ٹھہرنا ہے مشکل مرا
غرض اک مہینہ بھی گذرا نتھا
ملی باپ اور مان سے آرام جان
جو کچھ سیم و زر شاہ کے پاس تھا
کہا شہ سے اب مجکو رخصت کرو
ارادہ یہ داماد کا جب سنا
ہوئے شاد بیٹیون کو وہ دیکھکر
ہوئے اُنکے دل خوب جب مطمئن
کیا خوب حق اُسنے اپنا ادا
اُس عورت کو تھی وان جو فرمان روا

مسافر کو کوئی ستاتا نہین
لیا شرم سے سر جھکا اور کہا
کیا مین نے جو اُسنے مجھسے کہا
تو کیون یہ ساجرم میرے لیے
نہ لونگا کبھی آج سے اسکا نام
خطا بخشدی مین نے آ جھوجا
ہوئی اُسکو شرمندگی اور بھی
کہا شاہزادے سے اے شہریار
توقف نہ اب اسمین رکھو روا
دیا عقد لڑکی کا اُسنے پڑھا
کیا ماجرا اپنا سارا بیان
وہ سب اُس شہ نے داماد کو دے دیا
نہین دیکھا مدت سے مان باپ کو
خوشی سے اُسے شہ نے رخصت کیا
خوشی مین لٹایا بہت مال و زر
پری نے کہا شاہ سے ایک دن
مین دیتی ہون محنت کا اُسکو صلا
لیا پاس اپنے پری نے بلا

بہت ہی بڑی تونے کی ہے خطا
قسم مجکو اپنی مین ہون بخشتا
اگر قیس کو دی گئی ہو سزا
مجھے جتنا ارمان تھا جاہ کا
کہا شاہ نے اُس سے جب معاف صاف
گیا بیٹھ کرسی پہ جب شہریار
گلے سے تو اُسکو لگایا مگر
کرو جلد شادی کا سامان تم
کہا اُسنے ہے گر یہی حکم شاہ
ہوئی اُنکو فرصت جب اِس کام کی
کیا شاہ نے ہوکے خوش جشن عام
ملی اُسکو جب اپنے دلکی مراد
دیا مین نے اُنکو بہت رنج و غم
غرض ہوکے رخصت وطن کو چلے
جدائی کا جو رنج و غم دلمین تھا
خدا نے دیا تمکو جیسا وزیر
کیا قتل جس شاہ کو اُسنے تھا
خوشی سے بہم ملکے رہنے لگے

چکھاؤنگا اب تجکو اسکا مزا
قصور اسمین ہے حضرت عشق کا
تو تم چھین لو ملک مجھسے مرا
مین اتنا ہی کرکے پشیمان ہوا
تو کردی خطا اُسنے اسکی معاف
تو اتنے مین آیا وہان جان نثار
اُٹھائی نہ اُسنے وزیر کو نظر
نکالو جو ہون دلمین ارمان تم
تو کر دونگا اب مین بہت جلد بیاہ
تو جان جہان کو روانہ ہوئے
دوبارہ ہوئی پھر وہی دھوم دھام
تو آئے اُسے لیے مان باپ پاس
لگا دون اب آنکھون سے اُنکے قدم
ملے اپنے اپنے وہ مان باپ سے
وہ سب ایکدم دو دن مین جاتا رہا
زمانہ مین ہوگا نہ ایسا وزیر
کیا ملک اُس شہ کا اُسکو عطا
اُڑانے لگے زندگی کے مزے

مصرعۂ تاریخ از مصنف

ہے خراب دوا نشہ واللہ

سنہ ۱۳۰۶ ہجری

خاتمۃ الطبع از جانب کارپردازان مطبع

بعد حمد و نعت عاشق مزاجان نازک خیال اور شاعران شیرین مقال کی خدمت مین عرض ہی کہ ہرچند مدتہاے دراز سے الی یومنا ہذا بیشمار قصے نظم و نثر تصنیف ہوے اور نیز معرض طبع مین آکر براے تفریح طبایع ناظرین والامقام پیشکش کیے گئے لیکن زمانہ اور اہل زمانہ کو یہی خواہش روز افزون رہی کہ کوئی قصہ جدید تصنیف کیا جاے اور بمصداق لکل جدید لذیذ لطف نو دکھاے۔ اور یہ بھی ظاہر ہی کہ جسطرح خوش الحانی سے قصۂ نظم پڑھا جاتا ہی اور باعث مزید سوز و گداز ہوتا ہی یہ بات قصۂ نثر کے پڑھنے مین ممکن نہین ہوتی یہی سبب ہی کہ نثر سے نظم زیادہ پسند کیجاتی ہی۔ اگر نثر لکھنا آسان ہی کہ اسمین صرف ایک طلاقت لسانی درکار ہی اور نظم کرنا نہایت دشوار ہی کہ اسمین لیاقت شاعری مثل علم عروض و قافیہ سے ماہر ہونا۔ بندش الفاظ بفصاحت پر قادر ہونا۔ حشو و زوائد سے بچنا۔ وغیرہ وغیرہ امور کی ضرورت ہی۔ چونکہ اس امر پر ہر شخص محیط نہین ہو سکتا لہذا نثر قصے بہت ہین اور نظم کم۔ پھر نظم کی بھی دو قسمین ہین ایک یہ ہی کہ اپنے دل سے مضمون سوچتے گئے اور نظم کرتے گئے یہ قسم سہل ہی اسلیے کہ جو مضمون بیجا رہا اور سواے نثر کے نظم مین کھپ نہین سکتا اُسکا طرز بیان بدل دیا۔ کم و بیش کر دیا۔ ترک کر دیا۔ دوسری قسم یہ ہی کہ نثر کے قصۂ سابق کو پیرایۂ نظم مین لانا اور اس می کہنہ کو دو آتشہ کرنا یہ بہت مشکل ہی اسلیے کہ نثر کی وسیع البیانی کو نظم کی کوتہ میدانی مین لانا بڑی دماغ سوزی کا کام ہی اگر مضامین بیجا ارکو حذف کرتے ہین تو ضعف نظم ثابت ہوتا ہی اور اگر لاتے ہین تو بیرون صرف ہوے جاتے ہین۔ الحق کہ جسطرح اس سنگلاخ دشوار گزار کو شاعر ہمہ دان محسود امثال و اقران ماہر رموز خفی و جلی جناب حکیم جعفر علی صاحب سلمہ الغفار متخلص بہ بیمار سابق ہیڈ ماسٹر رندھیر کالج و استاد ریاضی مہاراجہ صاحب بہادر و سنیٹیری افسر کپورتھلہ و حال طبیب خاص ریاست کپورتھلہ نے طی کیا لائق ہزاران تحسین و آفرین ہی یعنی قصۂ نثر موسوم بہ گلشن جانفزا کو عجیب فصاحت و بلاغت سے منظوم فرمایا اور نام اُسکا مثنوی زر جعفری رکھا۔ الحمدللہ کہ یہ مثنوی ہر دل عزیز حسب تحریک حضرت مصنف بار اول مطبع نامی و گرامی مشہور نزدیک و دور منشی نولکشور واقع لکھنؤ مین بعالی ہمتی جناب منشی پراگ نرائن صاحب دام اقبالہ مالک مطبع موصوف بماہ جولائی

سنہ ۱۸۹۸ء مطابق ماہ صفر ۱۳۱۶ھ حلیۂ طبع سے آراستہ و پیراستہ ہوئی۔

[illegible]
[illegible]